دروس الحیض والنفاس والاستحاضہ

حصہ اوّل

افادات

محمد انعام اللہ شمس آبادی

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد

تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دروس الحیض والنفاس والاستحاضہ

(حصہ اول)

افادات:

محمد انعام اللہ شمس آبادی

ناشر:

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد تحصیل احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور پاکستان

فہرست

پیش لفظ

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین، اما بعد!

اللہ رب العزت کی توفیقِ محض سے حیض و نفاس کے دروس کا سلسلہ شروع کیا تو اسے بحمد اللہ بہت پسند کیا گیا، لیکن کچھ عرصے بعد مشغولیت اتنا بڑھ گئی کہ پھر یہ سلسلہ منقطع ہو کر رہ گیا، پھر فیصلہ یہ ہوا کہ جو دروس ہو چکے ہیں انہیں جمع کر کے شائع کیا جائے، تاکہ شائقین تک تحریری اور کتابی شکل میں پہنچ سکے۔ چنانچہ اب اس کی طباعت ہو رہی ہے اللہ رب العزت اسے قبولیت نصیب فرمائے اور ذخیرہ آخرت بنائے۔

آخر میں علماء کرام سے گزارش ہے کہ جو سقم اور کمزوری نظر آئے اس کی طرف نشاندہی فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کی جاسکے۔

محتاجِ دعاء:

محمد انعام اللہ شمس آبادی

پہلا سبق

مسائل حیض و نفاس کی اہمیت

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی سیدنا و مولانا محمد و آلہ اصحابہ اجمعین۔

امابعد!

حیض و نفاس کے مسائل انتہائی پیچیدہ بھی ہیں اور انتہائی اہمیت کے حامل بھی ہیں، اس کی بہت ساری وجوہات ہیں، مثلاً:

1- فقہی مسائل کے کئی سارے ابواب کا تعلق حیض و نفاس کے مسائل جاننے پر ہے جیسے طہارت، نماز، روزہ، تلاوت و مس قرآن کریم، اعتکاف، حج، بلوغ، ہمبستری، طلاق، خلع، ایلاء، کفارۂ قتل، عدۃ، استبراء رحم۔ وغیرہ

(البحر الرائق جلد اول ص199)

2- ابن نجیم رحمہ اللہ تعالی کے بقول "اگر انسان دوسرے مسائل سے جاہل رہ جائے تو اس کا نقصان اتنا نہیں ہے جتنے حیض کے مسائل سے جاہل رہ جانے کی صورت میں ہے۔

(البحر الرائق جلد اول ص199)

3-ابن عابدین شامی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چونکہ حیض و نفاس کے مسائل پر بہت سارے احکامات کا دار و مدار ہے اس لئے حیض و نفاس کے مسائل کا جاننا انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔

(ردالمحتار جلد اول ص282)

4-فقہاء کرام کا کہنا ہے کہ خواتین اور ان کے اولیاء کے لئے حیض و نفاس کے مسائل کا جاننا فرض ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ یہ مسائل سیکھے جائیں، اگر کوئی عورت یہ مسائل نہیں جانتی تو پہلے تو شوہر وغیرہ پر لازم ہے کہ اس کو یہ مسائل سکھائے چنانچہ اگر وہ نہیں جانتا تو اس کو چاہئے کہ عورت کو اجازت دے تاکہ وہ جاکر یہ مسائل معلوم کرے لیکن اگر شوہر اجازت نہ دے تو اس کی اجازت کے بغیر بھی عورت جاکر یہ مسائل معلوم کرے۔

(منہل الواردین من بحار الفیض ص4)

صحابیات رضی اللہ عنہن کا مسائل حیض سیکھنے سے متعلق اہتمام:

1-عن عائشة رضي الله عنها قالت: (جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقالت: يا رسول، إني امرأة أستحاض فلا أطهر، أفأَدَعُ الصلاة؟ قال: ((لا، إنما ذلك عِرْقٌ وليس بحيضٍ، فإذا أقبَلَت حيضتُك فدَعِي الصلاة، وإذا أدبَرَت فاغسلي عنك الدم ثم صلِّي)).

(متفق عليه)

وللبخاري: ((ثم توضَّئي لكل صلاة))

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا، یارسول اللہ! میں ایسی عورت ہوں جسے ہمیشہ استحاضہ کا خون آتا رہتا ہے میں کبھی پاک نہیں ہوتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ تو ایک رگ (کا خون) ہے، حیض کا خون نہیں ہے، لہذا جب تمہیں حیض آئے تو تم نماز چھوڑ دو، اور جب حیض ختم ہو جائے تو اپنے (جسم) سے خون دھو ڈالو اور (نہا کر) نماز پڑھ لو۔ اور بخاری میں یہ الفاظ زیادہ ہیں: پھر ہر نماز کے لئے وضو کر لیا کرو۔

2-حدثني يحيى عن مالك عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه مولاة عائشة أم المؤمنين أنها قالت كان النساء يبعثن إلى عائشة أم المؤمنين بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة من دم الحيضة يسألنها عن الصلاة فتقول لهن لا تعجلن حتى ترين القصة البيضاء تريد بذلك الطهر من الحيضة-

(رواه مالك في المؤطا، كتاب الطهارة باب طهر الحائض)

علقمہ اپنی والدہ محترمہ سے روایت کرتے ہیں کہ: ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس عورتیں حیض کے خون آلود کرسف بھیجا کرتی تھیں، اور ان میں زرد رنگ کا حیض کا خون ہوتا تھا، وہ نماز کے بارے میں پوچھتیں! (کہ اس حال میں نماز کا کیا حکم

ہے؟) تو آپ رضی اللہ عنہا ان سے جواب میں فرماتیں: جلدی مت کرو جب تک کہ سفید پانی نظر نہ آئے، اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی کی ہوتی۔

3-عَنْ عَائِشَةَ رضي الله عنها ، أَنَّ أَسْمَاءَ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غُسْلِ الْمَحِيضِ ؟ فَقَالَ : تَأْخُذُ إِحْدَاكُنَّ مَاءَهَا وَسِدْرَتَهَا ، فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ دَلْكًا شَدِيدًا حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَيْهَا الْمَاءَ ، ثُمَّ تَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ أَسْمَاءُ : وَكَيْفَ تَطَهَّرُ بِهَا ؟ فَقَالَ : سُبْحَانَ اللَّهِ ، تَطَهَّرِينَ بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ : كَأَنَّهَا تُخْفِي ذَلِكَ تَتَبَّعِينَ أَثَرَ الدَّمِ ، وَسَأَلَتْهُ عَنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ ؟ فَقَالَ : تَأْخُذُ مَاءً فَتَطَهَّرُ فَتُحْسِنُ الطُّهُورَ أَوْ تُبْلِغُ الطُّهُورَ ، ثُمَّ تَصُبُّ عَلَى رَأْسِهَا فَتَدْلُكُهُ حَتَّى تَبْلُغَ شُؤُونَ رَأْسِهَا ، ثُمَّ تُفِيضُعَلَيْهَا الْمَاءَ فَقَالَتْ عَائِشَةُ : نِعْمَ النِّسَاءُ نِسَاءُ الْأَنْصَارِ لَمْ يَكُنْ يَمْنَعُهُنَّ الْحَيَاءُ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الدِّينِ.

(رواه مسلم رقم الحديث 750)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے حیض کے غسل کے متعلق پوچھا: آپ ﷺ نے فرمایا: کہ پہلے پانی بیری کے پتوں کے ساتھ لے، اور اس سے اچھی طرح پاکی حاصل کرے، پھر سر پر پانی ڈال کر خوب زور سے ملے، یہاں تک کہ پانی مانگوں (بالوں کی جڑوں) تک پہنچ جائے، پھر اپنے اوپر پانی ڈالے، پھر ایک روئی کا ٹکڑا کستوری لگا ہوا لے کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے، تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا: کیسے پاکیزگی حاصل کرے؟ تو

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! پاکیزگی حاصل کرے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے چپکے سے کہہ دیا کہ: خون کے مقام پر لگا دے، پھر اس نے غسل جنابت کے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: پانی لے کر اچھی طرح طہارت کرے، پھر سر پر پانی ڈالے اور ملے، یہاں تک کہ پانی سب مانگوں میں پہنچ جائے، پھر اپنے سر پر پانی ڈالے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا: انصار کی عورتیں کتنی اچھی عورتیں تھیں کہ دین کی باتیں پوچھنے میں شرم محسوس نہیں کرتی تھیں۔

اندازہ لگائیے کہ صحابیات رضی اللہ عنہن کو دین کے مسائل سیکھنے کا کتنا شوق تھا کہ کتنی وضاحت سے دین کی بات پوچھ لیا کرتی تھیں۔

حیض و نفاس کے مسائل سیکھنے میں سلف صالحین رحمہم اللہ تعالی کی محنتیں اور مشقتیں !

حیض و نفاس کے مسائل سیکھنے میں سلف صالحین نے بہت محنتیں اور مشقتیں کی ہیں مثلاً:

1-امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ مجھے حیض کے مسائل سمجھنے میں نو سال لگے تب جا کر میں حیض کے مسائل سمجھا۔

(طبقات الحنابلہ لابن ابی یعلی جلد دوم ص234)

اندازہ لگائیے کہ آج کہاں آٹھ نو سال میں آدمی پورا عالم بنتا ہے کہاں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ نے نو سال تک کتاب الحیض پڑھی تب جاکر عبور حاصل ہوا۔

2- شیخ برکوی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ میرا زندگی کا ایک بڑا حصہ حیض و نفاس کے مسائل کو سمجھنے میں صرف ہوا ہے تب جاکر مجھے حیض و نفاس کے مسائل اچھی طرح سمجھ میں آئے ہیں۔

(ذخر المتاہلین فی مسائل الحیض ص8)

3- خلف بن ایوب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیٹے کو پچاس ہزار درہم دے کر بلخ سے بغداد علم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، جب وہ ساری رقم خرچ کرکے واپس آیا تو والد نے پوچھا: کیا پڑھ کر آئے ہو؟ تو بیٹے نے جواب دیا: صرف ایک مسئلہ سیکھا ہے کہ اگر حیض اکثر مدت یعنی دس دن پر ختم ہو جائے تو غسل کا زمانہ حیض میں داخل نہیں ہے لیکن اگر دس دن سے کم پر ختم ہو جائے تو حیض میں داخل ہے۔ یہ جواب سن کر اس کا والد بہت خوش ہوا اور کہا کہ اللہ کی قسم آپ نے اپنا سفر ضائع نہیں کیا۔

(منحۃ الخالق علی البحر الرائق جلد اول ص354)

حیض و نفاس کے مسائل میں عدم توجہی پر سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کے شکوے!

ہر دور کے علماء کرام کو یہ شکوہ عوام الناس سے بھی اور خصوصاً علماء کرام سے بھی رہا ہے کہ حیض کے مسائل عدم توجہی کا شکار ہیں اور یہ بڑی خسارے کی بات ہے۔ مثلاً:

1-ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ حیض و نفاس کے مسائل میں کمزوری مسلسل جاری ہے۔

(حاشیہ جامع الترمذی جلد اول ص 231)

2-دارمی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا شکوہ یہ ہے کہ حیض کا عنوان ضائع شدہ ہے کسی نے کوئی ایسی کتاب نہیں لکھی جو اس کا حق ادا کر سکے۔

(المجموع شرح المہذب للنووی جلد دوم ص 345)

کہاں ان لوگوں کے شکوے جب کہ وہ زمانہ علم دین اور تقوے سے مالا مال تھا، اور اب جبکہ ہر طرف جہالت ہی جہالت ہے الحاد کا زور اپنی جگہ ہے، میڈیا اپنی جگہ اسلام کے خلاف زہر پھیلا رہا ہے اور دوسری طرف حیض کے مسائل کی طرف عدم توجہی کا یہ عالم ہے کہ علماء تو کجا نئے مفتیان کرام بھی ان مسائل میں کم مہارت رکھتے ہیں۔ فإلی اللہ المشتکی!

حیض سے متعلق سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصنیفات:

سلف صالحین کا طریقہ کار ابتدا میں یہ تھا کہ وہ ضمناً کتاب الحیض کو بیان فرماتے تھے، جیسا کہ مؤطا امام مالک میں ضمنی طور پر حیض وغیرہ کے کچھ مسائل پر احادیث وغیرہ

منقول ہیں، لیکن مستقل طور پر بھی بعض حضرات نے حیض ونفاس کے مسائل پر بعض کتب لکھیں جن کا ذیل میں ہم کچھ تعارف کرائے دیتے ہیں :

1-کتاب الحیض:

یہ امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے اور یہ دو سو صفحات پر محیط تھی۔اس کا تذکرہ ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے البحر الرائق میں فرمایا ہے، اور حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ کا خیال ہے کہ حیض ونفاس کے مسائل پر سب سے پہلی مستقل کتاب شاید یہی تھی۔

لیکن یہ کتاب مفقود ہے۔

2-..............:

امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے حیض کے عنوان ایک کتاب لکھی تھی جو کہ پانچ سو صفحات پر محیط تھی۔

یہ کتاب بھی مفقود ہے۔

3-..............:

ابن عربی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بھی ایک رسالہ کا تذکرہ ملتا ہے۔

یہ رسالہ بھی مفقود ہے۔

4-احکام المتحیرۃ فی الحیض:

یہ علامہ دارمی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے جو کہ پانچ سو صفحات پر محیط ہے اور اس میں صرف متحیرہ کے احکام کو ذکر کیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے اور کافی اس کی تعریف کی ہے اور خود امام نووی رحمہ اللہ نے اس کتاب کی تلخیص کی تھی جو کہ مخطوطات میں ہے اور مطبوعہ شکل میں میری نظر سے نہیں گزری کیا ہی اچھا ہو اگر اس کی طباعت ہو جائے، البتہ اصل کتاب جو کہ علامہ دارمی رحمہ اللہ تعالی کی ہے وہ مطبوعہ شکل میں موجود ہے اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔

5-ذخر المتاہلین فی مسائل الحیض:

یہ شیخ محمد بن پیر علی البرکوی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصنیف ہے جو کہ انتہائی جامع اور مختصر ہے اور قابل داد محنت ہے اور احناف کے ہاں انتہائی مقبول کتاب ہے، اس کی شرح علامہ شامی رحمہ اللہ تعالیٰ نے منہل الواردین من بحار الفیض کے نام کے ساتھ لکھی ہے جو کہ اصل متن کے ساتھ مطبوعہ شکل میں موجود ہے۔

6-الحیض والنفاس روایۃ ودرایۃ:

یہ شیخ ابو عمر دبیان بن محمد دبیان کی تصنیف ہے جو تین جلد پر مشتمل ہے اور 1440 صفحات پر محیط ہے۔ انتہائی مفصل کتاب ہے، مطبوعہ شکل میں بھی موجود ہے اور انٹرنیٹ پر بھی موجود ہے۔ شیخ چونکہ سلفی مزاج کے عالم ہیں اس لئے انہوں نے کافی ساری جگہوں پر اپنی آراء بھی پیش کی ہیں۔ بہر حال کتاب انتہائی قیمتی سرمایہ ہے۔

7-الاحکام المترتبۃ علی الحیض والنفاس والاستحاضۃ:

یہ دکتور صالح بن عبداللہ اللاحم کی تصنیف ہے جو کہ 318 صفحات پر مشتمل ہے، یہ بھی بہت عمدہ کتاب ہے البتہ مصنف سلفی مزاج کے ہیں۔

اردو زبان میں بھی بعض علماء کرام نے کچھ کتب تصنیف فرمائی ہیں:

1-احکام حیض ونفاس واستحاضہ مع حج وعمرہ میں خواتین کے مسائل مخصوصہ:

یہ حضرت مفتی احمد ممتاز صاحب کی تصنیف ہے جو کہ 107 صفحات پر مشتمل ہے جو انہوں نے منہل الواردین کو بنیاد بناکر لکھی ہے اور یہ درس وتدریس کے لئے لکھی ہے اس میں مشقوں کا کام بھی دیا ہے، لیکن انداز کچھ مشکل ہے، لیکن بہر حال قابل قدر کاوش ہے۔

2-خواتین کی مخصوص پاکی وناپاکی کے احکام:

یہ مفتی محمد یونس صاحب کی تصنیف ہے جو کہ 162 صفحات پر مشتمل ہے بہت آسان اور عام فہم انداز میں لکھی ہے ہر کسی کے لئے قابل استفادہ ہے۔

3-مسائل مستورات:

یہ مفتی اسد اللہ شہباز صاحب اور ان کی اہلیہ کی تصنیف ہے جو کہ 190 صفحات پر مشتمل ہے، سوالات و جوابات کی صورت میں ہے طالبات کے لئے انتہائی قابل قدر تحفہ ہے۔

4-حیض و نفاس کے شرعی احکام:

یہ محترمہ ام محمد صاحبہ کی تصنیف ہے جو انہوں نے اپنے تجربات کی بنیاد پر عام فہم انداز میں لکھی ہے اس میں مشقیں بھی ہیں اور واقعی عام فہم ہے۔ یہ 113 صفحات پر مشتمل ہے۔

5-مسئلہ طہر متخلل کی گرہ کشا تحریر:

یہ مفتی محمد فاروق قاسمی صاحب کی تصنیف ہے جو کہ 56 صفحات پر مشتمل ہے نہایت اہم علمی بحث پر مشتمل ہے جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے۔

6-ہدیہ خواتین:

یہ مولانا محمد عثمان نوی والا صاحب کی ترتیب دی ہوئی کتاب ہے جو انہوں نے انتہائی سادہ اور عام فہم انداز میں لکھی ہے، نہایت عمدہ کاوش ہے، تمرینات بھی شامل ہیں، نقشے بھی ہیں، یہ 200 صفحات پر مشتمل ہے۔

فائدہ:

اس کے علاوہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے بھی المجموع شرح المہذب میں اس عنوان پر کافی تفصیل سے کلام کیا ہے جو کہ 200 صفحات پر محیط ہے، اور کہتے ہیں کہ میں نے اس عنوان پر مواد جمع کرنا شروع کیا تو وہ ایک ضخیم جلد ہو گئی پھر میں نے اس کی تلخیص کی جو کہ مذکورہ کتاب میں موجود ہے۔

احناف کی کتب میں اس عنوان پر بہت کم بحث کی گئی ہے، کچھ تفصیل سے ابن نجیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے البحر الرائق میں کلام کیا ہے اسی طرح مبسوط للسرخسی، فتاوی تاتارخانیہ اور المحیط البرہانی میں بھی کچھ تفصیل سے کلام کیا گیا ہے۔

دوسرا سبق

حیض لغوی اعتبار سے

عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والے خون کی اقسام:

اس میں تھوڑا سا اختلاف ہے کہ عورتوں کی شرمگاہوں سے کتنے خون نکلتے ہیں، چنانچہ متقدمین کا خیال یہ ہے کہ تین قسم کے خون عورتوں کی شرمگاہوں سے نکلتے ہیں:

(1) حیض (2)نفاس (3)استحاضہ

البتہ بعض متاخرین نے اس کی چار قسمیں بنائی ہیں:

تین سابقہ اقسام اور چوتھی قسم دم ضائع۔

باقی کا بیان تو آگے آرہا ہے، البتہ سب سے پہلے ہم یہاں دم ضائع کی وضاحت کر دیتے ہیں۔

دم ضائع: وہ خون ہے جسے کوئی بچی بلوغ سے پہلے دیکھے۔

دم ضائع کہنے کی دو وجوہات ہیں:

1-اس لئے کہ اس پر استحاضہ کے احکام جاری نہیں ہوتے وضو نماز روزے وغیرہ کے۔

2-اس لئے استحاضہ کا خون حیض کے خون کے ساتھ مل کر اس کو فاسد کر دیتا ہے، جبکہ دم ضائع حیض کے خون کو فاسد نہیں کرتا، یہاں تک کہ قریب البلوغ بچی کو نو سال پورے ہونے سے پانچ دن پہلے خون آئے اور نو سال پورے ہونے کے بعد آٹھ دن خون آئے اور اس کے بعد وہ کامل طہر بھی گزارے تو بالاجماع اس کے آٹھ دن حیض کی عادت کے شمار ہوں گے لیکن اگر استحاضہ کا خون ہوتا تو اس کی وجہ سے حیض کے آٹھ دن فاسد ہو جاتے۔

لیکن اس اختلاف کا کوئی فائدہ نہیں ہے، اس لئے کہ متقدمین نے استحاضہ کی دو قسمیں بنائی ہیں:

1-وہ استحاضہ جو حیض کے خون کو فاسد کر دے۔

2-وہ استحاضہ جو حیض کے خون کو فاسد نہیں کرتا، جیسے: چھوٹی بچی وغیرہ کا خون۔

(حاشیہ شبلی علی تبیین الحقائق شرح کنزالدقائق جلد1 ص54، الکفایۃ ص56)

خلاصہ یہ ہوا کہ اکثر علماء کے نزدیک وہی تین قسمیں ہیں پھر استحاضہ آگے چل کر دو قسموں میں تقسیم ہو جاتا ہے لہٰذا یہ لفظی اختلاف ہے، متاخرین اور متقدمین کی بات ایک ہی ہے البتہ تعبیر الگ الگ ہے۔

حیض لغت میں:

لفظ حیض باب ضرب سے حَاضَ یَحِیْضُ کا مصدر ہے، لغت میں بہاؤ کو کہا جاتا ہے، جب سیلاب امڈ آئے اور بہاؤ ہو تو کہا جاتا ہے: حاض السیل، اسی طرح جب وادی بہہ پڑے تو کہا جاتا ہے: حاض الوادی، اور جب ببول (کیکر) کے درخت سے گوند نکلے تو اس وقت کہا جاتا ہے: حاضت السمرۃ، اور جب عورت کو ماہواری کا خون آئے تو کہتے ہیں: حاضت المرأۃ۔

علامہ سرخسی رحمہ اللہ نے مبسوط میں کہا ہے کہ: حیض لغت میں دم خارج کو کہتے ہیں، چنانچہ عرب حاضت الارنب اور حاضت السمرۃ اس وقت بولتے ہیں جبکہ ببول کے درخت اور خرگوش سے خون کے مانند کوئی چیز نکلے، جبکہ علامہ عینی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ حیض کو دم خارج قرار دینا درست نہیں ہے بلکہ حیض لغت میں مطلقاً سیلان کو کہا جاتا ہے چاہے خون ہو یا پانی یا کچھ اور۔

مَحِیض اسم بھی ہے اور مصدر بھی ہے۔

الحِیْضَة: اس کپڑے کا نام ہے جس کو حائضہ عورت حیض کے وقت اپنی شرمگاہ پر رکھتی ہے، جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا قول ہے: لیتنی کنت حیضة ملقاۃ۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حیض کے خون کا نام ہے، جیسا کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت میں ہے: لیست حیضتک فی یدک۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حیض کی حالت کو کہا جاتا ہے، جیسے جِلسة وغیرہ۔

المِحِيْضَة: بھی اس کپڑے کو کہا جاتا ہے جو حائضہ عورت حیض کے وقت اپنی شرمگاہ پر رکھتی ہے، اس کی جمع مَحَایِض آتی ہے چنانچہ بیر بُضاعہ والی حدیث پاک میں ہے: تلقی فیھا المحایض، یعنی اس میں حیض کے کپڑے ڈالے جاتے تھے۔

فصیح لغت کے مطابق "حائض" عورت کہا جاتا ہے اس لئے کہ یہ عورت کا خصوصی وصف ہے جو کہ مردوں میں نہیں پایا جاسکتا، جبکہ "حائضة" بھی کہا جاسکتا ہے جیسا کہ جوہری نے فراء رحمہ اللہ تعالیٰ سے نقل کیا ہے، چنانچہ لسان العرب میں ایک شعر نقل کیا ہے جس میں حائضة کا لفظ مستعمل ہے:

رئیت ختون العام و العام قبله

كحائضة یزنی بها غیر طاهر

اور حائض کی جمع حَوائِض اور حُیَّض آتی ہے۔

حاضت: یہ صیغہ مؤنث کا ہی استعمال ہوتا ہے، اور اس کا مطلب ہے حیض آجانا، اسی طرح یہ مطلب بھی ہے کہ حیض کی عمر کو پہنچ جانا یعنی بالغ ہو جانا، جیسا کہ حدیث میں یہی دوسرے معنی مراد ہیں: لاتقبل صلاة حائض الا بخمار۔

تَحَيَّضَتْ المرأة: یعنی عورت کو حیض آگیا اور اس نے ایام حیض میں نماز ترک کر دی، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے نبی پاک ﷺ نے ایک عورت کو فرمایا: تحیضی فی علم الله ستا او سبعا، یعنی اپنے آپ کو حائض شمار کرو اور جو کام حیض والی عورت کرتی

ہے وہی کرو، اسی طرح تحیضت المرأۃ اس وقت بھی کہا جاتا ہے جبکہ عورت حیض کے دنوں میں بیٹھ جاتی ہے اور اس کے ختم ہونے کا انتظار کرتی ہے، اسی طرح تحیضت کا لفظ اس وقت بھی استعمال ہوتا ہے جبکہ پاک عورت حائضہ عورت سے مشابہت اختیار کرے۔

کیا حیض کو ماہواری یا مینسز یا کسی دوسرے نام سے تعبیر کر سکتے ہیں؟

مسند ابی یعلی الموصلی میں ابن بابِنُوس سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں اور دوسرے دو آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم میں سے ایک آدمی نے کہا: اے ام المؤمنین! آپ عِراک (حیض) کے متعلق کیا کہتی ہیں؟ تو فرمایا: عِراک کیا ہوتا ہے؟ بھلا حیض کے متعلق کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا: جی ہاں! تو فرمایا: وہ تو حیض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا نام بیان فرمایا ہے۔ الخ

(مسند ابو یعلیٰ الموصلی رقم الحدیث 4894)

اور مسند اسحاق بن راہویہ کی لمبی روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: حیض کہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ قولوا کما قال اللہ عز وجل المحیض---- الخ

(مسند اسحاق بن راہویہ رقم الحدیث 1176-1718)

اسی طرح حلیۃ الاولیاء میں ابو نعیم اصبہانی نے محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں نے (حاضت کی جگہ) طمثت کہنے کو ناپسند کیا۔

(المجموع شرح المہذب للنووی جلد2ص380)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کو حیض ہی کہنا چاہئے، کسی دوسرے نام سے تعبیر نہیں کرنا چاہئے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسا نہیں ہے بلکہ دوسرے ناموں سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں، اس لئے خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی صحیح بخاری والی روایت میں ہے کہ حیض کی جگہ دوسرا نام خود حضور نبی کریم ﷺ نے استعمال فرمایا ہے، ما لک انفست؟

(دیکھئے: صحیح البخاری کتاب الحیض باب کیف کان بدء الحیض رقم الحدیث 290)

اس کے علاوہ حیض کی جگہ عَرِکَت کا لفظ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صحیح مسلم والی روایت میں استعمال ہوا ہے۔

(دیکھئے صحیح مسلم کتاب الحج رقم الحدیث 1213)

معلوم یہ ہوا کہ کوئی دوسرا لفظ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا جواب (جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیض کے لئے صرف حیض ہی کا لفظ استعمال کرنا چاہئے) یہ ہے کہ شاید شرم و حیاء اور

ادب کی وجہ سے سائلین نے حیض کا صریح لفظ استعمال نہیں کیا (جیسا کہ خواتین بھی عموماً ایسے ہی کرتی ہیں صراحت سے کہنے سے شرماتی ہیں) تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ میرے ساتھ اس قسم کے تکلفات سے بات نہ کرو بلکہ صاف صاف کہو جیسے قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے۔

(المجموع شرح المہذب جلد2ص380)

محمد بن سیرین رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کا تفرد ہو سکتا ہے، امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ (حیض کے لئے دیگر نام) لغت میں مستعمل ہیں لہٰذا جب تک کوئی صحیح دلیل نہ پائی جائے تو کراہت ثابت نہ ہو گی۔

(المجموع شرح المہذب جلد2ص380)

اس کے علاوہ امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے صحیح بخاری میں ایک باب قائم فرمایا ہے "باب من سمّى النفاس حيضاً" یعنی جس نے نفاس کو حیض کہا۔ اس باب میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت درج کی ہے جس میں نبی کریم ﷺ کے یہ الفاظ ہیں: أَنُفِسْتِ؟ کیا آپ کو حیض آگیا ہے؟

اس باب سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصود یہی ہے کہ حیض کا لفظ نفاس کے لفظ کی جگہ اور نفاس کا لفظ حیض کے لفظ کی جگہ استعمال ہو سکتا ہے۔

حیض کے اسماء:

حیض کے لئے لغت میں بہت سارے نام آئے ہیں، چنانچہ لسان العرب میں ہے کہ حیض کے پندرہ سے زیادہ نام ہیں، اور لسان العرب ہی میں ابن خالویہ کا قول نقل کیا ہے کہ انہوں حیض نے مندرجہ ذیل آٹھ نام ذکر کئے ہیں:

(1) حاضَت (2) نُفِسَتْ (3) دَرَسَتْ (4) طَمِثَتْ (5) ضَحِکَتْ (6) کَادَتْ (7) اَکْبَرَتْ (8) صَامَتْ

حضرت بنوری رحمہ اللہ تعالیٰ نے گیارہ نام ذکر کئے ہیں:

(1) الحیض (2)الطَّمث (3)العِراک(4)الضِّحک (5)القَرء (6)الإِکبار (7) الاعصار(8)الدراس (9)الطمس (10)النفاس (11) الفراک۔

ابتدائی چھ نام زیادہ مشہور ہیں۔

(معارف السنن جلد 1 ص 408)

کسی شاعر نے دس ناموں کو ایک شعر میں اس طرح بیان کیا ہے:

حيض نفاس دراس طمث إعصار

ضحك عراك فراك طمس إكبار

اور کسی شاعر نے حیض کے پندرہ ناموں کو اشعار میں اس طرح بیان کیا ہے:

للحيض عشرة أسماء وخمستها

حيض محيض محاض طمث إكبار

طمس عراك فراك مع أذى

ضحك درس دراس نفاس قرء إعصار

(حاشیۃ الباجوری جلد 1 ص 208)

حیض کے لفظ پر تفصیلی کلام ہو چکا ہے، سارے تو نہیں چند دوسرے ناموں پر کچھ کلام کرتے ہیں:

(2) الطَّمْثُ:

عورت کو طامث کہا جاتا ہے، طامث کی جمع طُمَّثٌ اور طَوَامِث آتی ہے۔

طَمَثَتِ المرأة طَمْثًا: عورت کو پہلی مرتبہ حیض آگیا۔

فراء رحمہ اللہ تعالیٰ کا کہنا ہے کہ طمث خون کو کہتے ہیں، اسی سے کہا گیا ہے:

اذا افتض الرجل البكر قد طمثها ، اى ادماها.

یعنی جب مرد نے پردہ بکارت زائل کیا تو خون آلود کر دیا۔

قرآن کریم میں ہے:

لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ

(سورہ رحمٰن)

اس سے یہ لگتا ہے کہ طمث خون کا نام ہے حیض کا نام نہیں ہے، لیکن لسان العرب اور تاج العروس میں ہے کہ ابن خالویہ نے الطمث کو حیض کے اسماء شمار کیا ہے۔

(دیکھئے: لسان العرب جلد 7 ص 142، تاج العروس جلد 10 ص 44)

(3) العِرَاک:

عورت کو عارک کہا جاتا ہے۔ عارِک کی جمع عَوَارِک آتی ہے۔

عَرِکَتِ المرأۃ عورت حیض والی ہو گئی۔

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں عَرِکَتْ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے:

عن جابر رضى الله عنه انه قال: اقبلنا مهلين مع رسول الله ﷺ بحج مفرد، واقبلت عائشة رضى الله تعالىٰ عنها بعمرة حتى اذا كنا بسرف عركت---- الى آخر الحديث

(صحیح مسلم رقم الحدیث: 1213)

ہند بنت عتبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے شعر میں عارک کی جمع عوارک استعمال کی ہے۔

أفى السِّلم اَعياراً جَفاء و غِلْظَةً

و فى الحرب امثال النساء العوارك

کیا صلح و آتشی حالت میں بے وفائی اور سختی میں گدھوں کی طرح اور حالت جنگ میں حیض والی عورتوں کی طرح ہیں۔

(الکامل فی اللغۃ والادب جلد2 ص129،السیرۃ النبویۃ لابن ہشام مترجم مولانا قطب الدین احمد صاحب محمودی: جلد2 ص313)

کہا گیا ہے کہ یہ ابن بری کا شعر ہے۔

(4)الضِّحْک:

عورت کو ضاحک کہا جاتا ہے۔

ضحک لغت میں ہنسنے کو کہا جاتا ہے، یہاں جو حیض کے ناموں میں شمار کیا گیا ہے اس کی بنیادی وجہ اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے:

وَامْرَأَتُهُ قَائِمَةٌ فَضَحِكَتْ۔

(سورہ ہود آیت نمبر71)

ضَحِکَتْ کا ایک مطلب ابن جریر طبری رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کیا ہے :

حَاضَتْ

یعنی فرشتے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئے اور انہوں نے بچھڑا ذبح کیا لیکن فرشتوں نے کھانے سے انکار کیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ڈر لگنے لگا کہ کہیں

دشمن نہ ہوں تو ان کی بیوی کھڑی دیکھ رہی تھیں تو ان کو حیض آگیا اور پھر فرشتوں نے بیٹے کی خوشخبری دی۔

اور یہی تفسیر ضَحِکَتْ والی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے فتح الباری میں بھی طبری وغیرہ کے حوالے سے منقول ہے۔

(دیکھئے تفسیر طبری جلد 7ص 70، فتح الباری جلد 1ص 527)

شاعر نے اپنے اس شعر میں ضحک سے حیض کا مطلب مراد لیا ہے:

وضحك الأرانب فوق الصفا

كمثل دم الحرق يوم اللقا

بعض اہلِ لغت نے ضحک کو حیض کے معنی میں لینے سے انکار کیا ہے۔

(کما قال الشوکانی فی فتح القدیر جلد 2ص 510)

لیکن جمہور نے حیض کے معنی میں لیا ہے، لہٰذا جمہور کی بات معتبر ہوگی، اس لئے کہ:

من حفظ حجة على من لم يحفظ۔

ایک اشکال اور اس کا جواب:

البتہ اس تفسیر پر ایک اشکال کیا گیا ہے کہ: اگر حضرت سارہ کو حیض آگیا تھا تو انھوں نے تعجب کس بنا پر کیا؟

[ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ]

یعنی کیا میں بچہ جنوں گی جبکہ میں بوڑھی ہو گئی ہوں؟

مطلب یہ ہے کہ اگر حیض آیا ہوتا تو حضرت سارہ اس طرح تعجب نہ کرتیں!

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اگر بے وقت حیض آئے تو ظاہر ہے کہ انسان تعجب تو کرے گا، اور دوسرا یہ بھی کہا گیا ہے کہ: ہو سکتا ہے کہ انہوں نے یہ خیال کیا ہو کہ یہ حیض کا خون نہیں ہے بلکہ استحاضہ کا خون ہے اور پھر تعجب کیا ہو۔

(5) الْاِکْبَارُ:

لغت میں اکبار بڑا سمجھنے کو کہا جاتا ہے، اور جب لڑکی کو حیض آتا ہے تو حیض کی وجہ سے بچپن سے نکل کر بڑی سمجھی جاتی ہے اور لغت بنو طیء میں پہلی مرتبہ حیض آنے کو کہتے ہیں، چنانچہ ابوالہیثم سے روایت کیا گیا ہے کہتے ہیں کہ میں نے طیء قبیلے کے ایک آدمی سے پوچھا: کیا آپ کی بیوی ہے؟ تو اس نے کہا کہ نہیں، میرے چچا کی بیٹی کے متعلق بات ہو چکی ہے انہوں نے وعدہ کیا ہے، تو کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اس کی عمر کیا ہے؟ تو جواب دیا: قَدْ اَكْبَرَتْ یا كَبِرَتْ، تو کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ اکبرت کا کیا مطلب ہے؟ تو اس نے کہا: حاضت یعنی اس کو حیض آ گیا ہے۔

(لسان العرب)

اس کے علاوہ اکبار کے حیض کے معنی میں ہونے پر اس آیت کی ایک تفسیر سے استدلال کیا گیا ہے:

فَلَمَّا رَئَيْنَهُ اَكْبَرْنَهُ

(سورہ یوسف آیت 31)

ابن جریر طبر رحمہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا قول نقل کیا ہے:

اکبرنہ ای حِضْنَ۔

(تفسیر طبری)

یعنی یوسف علیہ السلام کو جب عورتوں نے دیکھا تو ان کو حیض آگیا۔

لیکن یہاں ایک اشکال کیا گیا ہے کہ أکبرنہ کہا گیا ہے قرآن کریم میں، جبکہ لغت میں حِضْنَہ نہیں کہا جاتا؟

اس کا جواب ابن الانباری نے یہ دیا ہے کہ: ہ فعل سے کنایہ ہے اکبرن اکبارا یعنی حضن حیضا۔

(الجامع لاحکام القرآن للقرطبیّ جلد 5 ص 119)

واضح رہے کہ اکثر مفسرین کا قول یہی ہے کہ اکبرنہ کا مطلب أعظمنہ ہے۔

اس کے علاوہ ایک شعر سے بھی استدلال کیا گیا ہے کہ اکبار حیض کے معنی میں ہے:

ناتی النساء علی اطھارھن ولا

ناتی النساء اذا اکبرن اکبارا

(المعجم المفصل فی تفسیر غریب القرآن ص 414)

یعنی ہم عورتوں کے پاس (جماع کے لئے) ان کی طہارت کے وقت آتے ہیں حیض کے وقت ہم نہیں آتے۔

(6) الإعصار:

اَعْصَرَتِ الْمَرْأَةُ : عورت بالغ ہوگئی، حائضہ ہوگئی، عورت نے اپنی جوانی یا حیض کا وقت پالیا۔

شاعر نے اپنے ان اشعار میں یہی معنی مراد لئے ہیں:

جاریۃ بسفوان دارھا

تمشی الھوینا ساقطا خمارھا

ینحلُّ من غلمتھا ازارھا

قد اعصرت او قد دنا اعصارھا

(محیط المحیط جلد 6 ص 192 حرف العین)

المعصر: ابن اثیر نے کہا ہے: وہ لڑکی جس کو پہلا حیض آئے رحم کے نچڑنے کی وجہ سے۔

(لسان العرب)

اور اسی سے بادل کا نام اعصار رکھا گیا ہے، اس لئے کہ بادل سے پانی اسی طرح نچڑتا ہے جس طرح رحم سے خون نچڑتا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

وأنزلنا من المعصرات ماء ثجاجا

[النبأ : 14].

اور اسی طرح عمر بن ابی ربیعہ کے شعر میں ہے:

فكان مجني دون من كنت أتقي

ثلاث شخوص كاعبان ومعصر

(7)النفاس:

نَفِسَتِ الْمَرْأَةُ: عورت نے بچہ جنا۔

نفاس اصل میں اس خون کو کہا جاتا ہے جو عورت کو بچے کی پیدائش کے بعد آتا ہے، لیکن یہ لفظ حیض کے لئے بھی استعمال کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں استعمال ہوا ہے:

اَنُفِسْتِ؟

کیا تجھے حیض آگیا ہے؟

(صحیح البخاری رقم الحدیث 298)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے خطابی کا قول نقل کیا ہے کہ: اس لفظ کی اصل "نفس" سے ہے جو کہ خون ہے"

(دیکھئے فتح الباری جلد 1 ص 531)

(8) الفراک:

عورت کو فارک کہا جاتا ہے۔

فراک کا معنی ہے پختہ ہو جانا، یہاں مقصد یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہو گئی، اس کو حیض آگیا اور پکی عورت بن گئی۔

(الاحکام الشرعیۃ للدماء الطبیعیۃ ص 11)

پیچھے گذر چکا ہے کہ اہل لغت نے اس کو حیض کے ناموں میں سے شمار کیا ہے۔

(9) القرء:

اہل لغت اور فقہاء کرام کا اس لفظ کے متعلق اختلاف ہے چنانچہ قرء حیض کو بھی کہتے ہیں اور طہر کو بھی کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں ہے:

وَالْمُطَلَّقَاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوْءٍ -

(سورہ بقرہ آیت نمبر 228)

اس آیت کی تشریح میں شدید اختلاف ہے، حنفیہ نے اس کو حیض کے معنی میں لیا ہے جبکہ شافعیہ نے اس کو طہر کے معنی میں لیا ہے، تفصیلی کلام آگے آئے گا۔ان شاء اللہ تعالٰی۔

(10) الدِّراس:

عورت کو دارس کہا جاتا ہے۔

دَرَسَتِ الْمَرْأَةُ: عورت حائضہ ہو گئی۔

اسود بن یعفر نے اپنے شعر میں کہا ہے:

اللاتِ كالبيض لما تَعد اَن دَرَسَت

صُفْرُ الاَنَامِل من نَقف الْقَوَارِير

(لسان العرب)

(11) الطَّمَس:

طمست،درست کی طرح ہے۔

تیسرا سبق

حیض اصطلاحی اعتبار سے

حیض کی اصطلاحی اعتبار سے بہت ساری تعریفیں کی گئی ہیں، ہر مذہب میں الگ الگ تعریف کی گئی ہے، ہر مذہب کے فقہاء نے اپنے اپنے اعتبار سے تعریف کی ہے اگرچہ ساری تعریفات قریب قریب ہیں، ہم دیگر مذاہب کی ایک ایک تعریف بیان کریں گے اور احناف کی تعریفات کو زیادہ تشریح سے بیان کریں گے۔

حنفیہ کے ہاں حیض کی تعریفات:

صاحبِ کنزالدقائق نے اس طرح تعریف کی ہے:

هو دم ينفضه رحم امرأة سليمة عن داء و صغر-

حیض وہ خون ہے جو بیماری اور بچپن سے محفوظ عورت کا رحم خارج کرے۔

مجمع الانہر میں اس طرح تعریف کی ہے:

هو دم ينفضه رحم امرأة بالغة لا داء بها-

حیض وہ خون ہے جس کو بالغ عورت کا رحم خارج کرے اور اس کو کوئی بیماری نہ ہو۔

نورالایضاح میں اس طرح تعریف کی گئی ہے:

فالحیض دم ینفضه رحم بالغة لا داء بها ولا حبل ولم تبلغ سن الایاس-

حیض وہ خون ہے جسے بالغ عورت کا رحم خارج کرے، جسے نہ بیماری ہو، نہ حمل، اور نہ ہی سن ایاس کو پہنچی ہو۔

بدائع الصنائع میں اس طرح تعریف کی گئی ہے:

الحیض فھو فی عرف الشرع اسم لدم خارج من الرحم لایعقب الولادة مقدر بقدر معلوم فی وقت معلوم-

حیض شریعت کی اصطلاح میں اس خون کا نام ہے جو رحم سے خارج ہو، ولادت کے بعد نہ ہو، معروف مقدار میں ہو، معروف وقت میں ہو۔

الہدیہ العلائیہ میں اس طرح تعریف کی ہے:

الحیض ھو دم من رحم آدمیة تم لھا من العمر تسع سنین فاکثر لاداء بھا ولا حبل ولم تبلغ خمساً و خمسین سنة-

حیض وہ خون ہے جو عورت کے رحم سے آئے، جس کی عمر کے نو قمری سال پورے ہو چکے ہوں یا اس سے زیادہ، اس کو کوئی بیماری نہ ہو، حاملہ نہ ہو، اور پچپن سال کی نہ ہو۔

ذخر المتاہلین فی مسائل الحیض میں اس طرح تعریف کی ہے:

الحیض دم صادر من رحم خارج من فرج داخل، ولو حکماً بدون ولادة-

حیض وہ خون ہے جو رحم سے جاری ہو کر فرج داخل سے نکلے، اگرچہ حکماً ہو، بغیر ولادت کے ہو۔

تمام تعریفات کا خلاصہ:

حیض وہ خون ہے جو بالغہ عورت کی بچہ دانی سے بغیر کسی بیماری اور ولادت کے جاری ہو کر شرمگاہ کے راستے سے ظاہر ہو، جبکہ عورت حمل سے بھی نہ ہو اور بڑھاپے کی مخصوص عمر تک نہ پہنچی ہو۔

ان تمام تعریفات میں سب سے زیادہ مشہور تعریف صاحب کنزالدقائق کی ہے۔

فوائد قیود:

ینفضة رحم امرأة/ دم صادر من رحم/ هو دم من رحم آدمية: **عورت** کے رحم سے بہے۔

1- نکسیر یا دوسرے زخم کا خون نکل گیا کہ وہ حیض نہیں ہے۔

2- دیگر حیض والے جانور نکل گئے، جیسے: خرگوش، چمگادڑ وغیرہ۔(تفصیل آگے آرہی ہے۔)

3- استحاضہ نکل گیا اس لئے کہ وہ رگ کے پھٹ جانے کے باعث ہوتا ہے، صاحب البحرالرائق زین الدین ابن نجیم رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اس سے استحاضہ نہیں نکلے گا اس

لئے کہ یہاں رحم سے مراد فرج ہے۔ لیکن النہر لفائق میں سراج الدین ابن نجیم رحمہ اللہ نے اس پر رد کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں رحم سے مراد فرج ہے، اس لئے کہ ینفضہ کا مطلب ہے پھینکنا ٹھیراؤ کے بعد جبکہ خون کا ٹھیراؤ کے بعد پھینکنا رحم ہی سے ہو سکتا ہے فرج سے نہیں ہو سکتا۔(اس پر تفصیلی کلام آگے آرہا ہے۔)

4-پاخانہ کے مقام سے آنے والا خون نکل گیا، اس لئے کہ وہ رحم سے نہیں ہوتا۔ فتاویٰ تاتار خانیہ میں فتاوی ابو اللیث کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ: دُبر سے نکلنے والا خون حیض نہیں ہوتا، اگرچہ عورت کے لئے اس صورت میں مستحب یہ ہے کہ خون ختم ہونے پر غسل کرلے، اور اگر عورت کا شوہر اس سے ان ایام میں جماع نہ کرے تو میرے نزدیک یہ بہتر ہوگا، اس لئے کہ ممکن ہے کہ یہ خون رحم سے آرہا ہو لیکن اس (دبر والے) راستے سے ہو۔

(فتاوی تاتار خانیہ جلد 1 ص 468)

5-اسی طرح وہ خون بھی نکل گیا جسے حاملہ عورت دیکھے، اس لئے کہ یہ خون بھی رحم سے نہیں ہوتا۔

6-اسی طرح وہ خون بھی نکل گیا جسے خنثیٰ مشکل دیکھے جبکہ اس سے خون بھی نکلے اور منی بھی نکلے، اس لئے کہ منی کا اعتبار ہوگا اس صورت میں نہ کہ خون کا، وجہ یہ ہے کہ

منی کو کسی دوسری چیز کے مشابہ قرار نہیں دیا جاسکتا جبکہ خون استحاضہ کے مشابہ ہو سکتا ہے، (تو منی یقینی چیز ہوئی) لہٰذا منی کا اعتبار ہو گا۔

(دیکھئے: منہل الواردین: ص12)

جبکہ شامی میں لکھا ہے کہ: یہ صرف غسل کے لزوم میں معتبر ہے نہ کہ مذکر و مؤنث قرار دینے میں۔

(شامی جلد1ص283)

7-اسی طرح وہ خون بھی نکل گیا جو پردۂ بکارت کے پھٹنے یا زائل ہونے سے نکلے۔

(کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ عبد الرحمن الجزیری جلد1ص116)

سليمة عن داء/ لا داء بها/ فى وقت معلوم: بیماری سے محفوظ ہو۔

1-اس سے مزید اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ استحاضہ حیض نہیں ہوتا، اس لئے کہ استحاضہ بیماری کا خون ہوتا ہے، جبکہ حیض صحت کی حالت میں آنے والا خون ہوتا ہے۔

2-اسی طرح وہ خون بھی نکل گیا جسے چھوٹی بچی دیکھے جو نو سال سے کم عمر کی ہو۔

3-بعض شارحین نے یہاں یہ بھی کہا ہے کہ: حاملہ عورت کو آنے والا خون نکل گیا، اس لئے کہ حمل کی حالت میں گویا رحم کو بیماری لگ جاتی ہے۔

صغر/ رحم امرأة بالغة/ فی وقت معلوم /تم لها من العمر تسع سنين فاكثر :اس خاتون کو خون آئے جس کی عمر نو سال یا اس سے زیادہ ہو۔

1-اس سے مزید صراحت کے ساتھ وضاحت ہو گئی کہ وہ خون نکل گیا جو بلوغت سے پہلے آئے،اور بلوغت کی کم از کم عمر 9 قمری سال ہیں۔

لا حبل/ فی وقت معلوم: حمل کی حالت میں نہ ہو۔

1-اس سے وہ خون نکل گیا جو حالت حمل میں عورت کو آئے۔

2-اسی طرح وہ خون بھی نکل گیا جو ولادت کے بعد آئے۔

لايعقب الولادة/ بدون ولادة: ولادت کے بعد والا نہیں۔

1-اس سے صراحت ہو گئی کہ وہ خون جو ولادت کے بعد آئے تو وہ حیض نہیں ہوتا۔

لم تبلغ سن الاياس /لم تبلغ خمساً و خمسين سنة: (حیض سے) مایوسی کی عمر 55سال تک کو نہ پہنچ چکی ہو۔

1-اس سے وہ خون نکل گیا جو آئسہ کو آئے۔ (تفصیل آگے آرہی ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ)

خارج من فرج داخل: فرج داخل سے خون نکلے۔

1-اس سے یہ واضح ہوگیا کہ اگر عورت صرف فرج داخل میں خون محسوس کرے لیکن نکلے نہیں تو یہ حیض نہیں ہوگا۔(منہل الواردین، ص12) تفصیل آگے آرہی ہے۔ان شاءاللہ تعالیٰ۔

فرج داخل اور فرج خارج:

فرج عورت کی اگلی شرمگاہ کو کہتے ہیں،اس کے دو حصے ہیں: ایک بیرونی حصہ پتنگ نما لمبوتری شکل کا ہوتا ہے،اس کے بعد کچھ گہرائی میں جاکر پاخانہ کے مقام کی طرح جو گول سوراخ ہوتا ہے،اس گولائی سے اوپر والے حصے کو فرج خارج کہتے ہیں جبکہ اندر والے حصے کو فرج داخل کہتے ہیں۔

(منہل الواردین ص27)

ولو حکماً: اگرچہ حکماً ہو۔

1-اس سے طہر متخلل حیض میں داخل ہوگیا۔

2-حیض کے مختلف رنگ داخل ہوگئے،سوائے خالص سفید رنگ کے۔

مقدر بقدر معلوم: معروف مقدار میں ہو۔

1-اس سے وہ خون نکل گیا جو تین دن سے کم آئے۔

2-اسی طرح وہ خون نکل گیا جو دس دن سے زیادہ ہو۔

مالکیہ کے ہاں حیض کی تعریف:

ابن جزی رحمہ اللہ تعالیٰ نے القوانین الفقہیۃ میں اس طرح تعریف کی ہے:

هو الدم الخارج من فرج المرأة التى يمكن حملها عادة، من غير ولادة ولا مرض ولا زيادة على الامد-

(القوانين الفقهية ص31)

حیض وہ خون ہے جو ولادت کے بغیر اس رحم سے خارج ہو جو حمل کی صلاحیت رکھتا ہو، ولادت کے بغیر ہو، بیماری کے بغیر ہو، وقت سے زیادہ نہ ہو۔

شافعیہ کے ہاں حیض کی تعریف:

شربینی رحمہ اللہ نے مغنی المحتاج میں اس طرح تعریف کی ہے:

دم جبلة السليمة يخرج من اقصى رحم المرأة بعد بلوغها على سبيل الصحة من غير سبب فى اوقات معلومة-

(مغنى المحتاج جلد1 ص277)

وہ فطری خون ہے جو بلوغ کے بعد صحت مند عورت کے رحم کے اندر سے مخصوص و معلوم اوقات میں بلا سبب جاری ہو۔

حنبلیہ کے ہاں حیض کی تعریف:

علامہ بہوتی رحمہ اللہ تعالیٰ کشَّاف القناع عن متن الاقناع میں اس طرح تعریف کی ہے:

دم طبیعة یخرج مع الصحة من غیر سبب ولادة من قعر الرحم یعتاد انثی، اذا بلغت فی اوقات معلومة-

(کشاف القناع عن متن الاقناع جلد1 ص196)

وہ طبعی خون ہے جو صحت کے ساتھ ولادت کے سبب کے بغیر رحم کے اندر سے نکلتا ہے جس کی عورت بلوغ کے بعد مقرر و معلوم وقتوں میں عادی ہو جاتی ہے۔

تمام تعریفات کا خلاصہ:

1- حیض طبعی خون ہے، کسی زخم، بیماری یا کسی اندرونی فساد کی بنا پر نہیں آتا۔

2-رحم کے اندر سے آتا ہے۔

3- بالغہ عورت کو مخصوص وقت میں آتا ہے۔

4-ولادت کے بعد والا خون حیض نہیں ہوتا۔

5-حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک حاملہ کو حیض نہیں آتا، جبکہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حاملہ کو بھی آسکتا ہے۔

چوتھا سبق

حیض طبّی اعتبار سے

طبّی اعتبار سے حیض کی تعریف اس طرح کی گئی ہے:

هو خروج الغشاء الرقيق المبطن للرحم مملوء بالدم كل شهر مارا بالمهبل الى الخارج، نتيجة لوصول البويضة الى الرحم لاستقبال حمل لم يحدث ويسمى ايضاً بالطمث او العادة الشهرية۔

(حياة المرأة و صحتها ص55، الموسوعة الطبية الحديثة جلد6 ص817)

حیض رحم کی جھلی کی باریک پرت جو خون سے بھری ہوتی ہے، کا ہر ماہ شرمگاہ کی نالی سے باہر نکلنا ہے، انڈے کے رحم میں پہنچ جانے کے نتیجے میں، نئے حمل کی تیاری کے لئے، جو ابھی تک ٹھہرا نہیں، اور اسے طمث بھی کہا جاتا ہے اور ماہواری بھی۔

جس عورت کو پہلی مرتبہ حیض آیا ہو اس کے لئے کچھ ہدایات:

حیض ایک قدرتی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر عورت میں رکھی ہے، بلکہ یہ عورت کی صحت کی علامت ہوتی ہے، اور جس بچی کو حیض کا خون آئے صرف وہی ماں بننے کے قابل ہوتی ہے، اور عموماً بچیوں کو جب پہلی مرتبہ حیض آتا ہے تو وہ سخت پریشان ہو جاتی ہیں، ڈر جاتی ہیں اور روتی رہتی ہیں کہ یہ کیا ہو گیا؟ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھیں کہ حیض رحمت خداوندی ہے، اور اللہ تعالیٰ نے انسانی نسل کے بقا کا دارومدار اسی حیض پر رکھا ہے، اور اس کی تکلیف پر اجر و ثواب بھی ملے گا، حدیث پاک میں تو یہاں تک آیا ہے کہ اگر کسی مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچے، کانٹا چبھے یا اس سے زیادہ کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر اللہ تعالیٰ اس کے گناہ اس سے ایسے مٹا دیتے ہیں جیسے درخت سے اس کے پتے گرتے ہیں۔

ماں اور دوسری سمجھدار عورتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی بچی کو سمجھائیں کہ یہ اس پر مصیبت نہیں ٹوٹ پڑی ہے، بلکہ یہ اس کے لئے نعمت ہے۔

جب حیض آئے تو ان امور کا خیال رکھیں:

1- پُر سکون رہیں، دینی سوچ رکھیں دینی کتب کا مطالعہ کرتے رہیں۔

2-مشقت کے کام سے حتی الامکان بچیں، اسی طرح بھاری چیزیں نہ اٹھائیں۔

3- حیض کے دوران بھی صاف ستھرے کپڑے پہنیں۔

4-صاف ستھرے زیر جامہ کا استعمال کریں جو صرف آپ کے لئے ہو۔

5-صاف پیڈز یا صاف ستھرے گرم پانی سے دھلے ہوئے سوتی کپڑے کا استعمال کریں، تاکہ خون کو جذب کر سکے۔

6-ان پیڈز یا کپڑوں کو ضرورت کے مطابق بدلتے رہیں، اور تبدیل کر لینے کے بعد صابن سے ہاتھ دھو لیا کریں۔

7-شرمگاہ کے اندر کپڑا وغیرہ نہ رکھیں۔

8- گیلے کپڑے نہ پہنے رکھیں، اس سے جوڑوں کا درد ہو سکتا ہے، اسی طرح خیال کریں کہ جسم کو ٹھنڈ نہ لگے۔

9- سردیوں میں گرم پانی سے نہا لینے میں کوئی حرج نہیں۔

10-ماہواری کے دوران دکھ غصے لڑائی جھگڑے کا خیال بھی دل میں نہیں لانا چاہئے اس لئے کہ جسم میں ان دنوں گرمی ہوتی ہے اور غصے یا جھگڑے وغیرہ سے ابھار پیدا ہوتا ہے جو کہ جسم کے لئے نقصان دہ ہے۔

11-ماہواری میں درد ایک عام بات ہے لٰہذا درد میں کمی لانے والی دوائیوں کے بے جا استعمال سے گریز کریں، درد کی صورت میں پیٹ اور کمر کی ٹکور کریں۔

پانچواں سبق

کن جانوروں کو حیض آتا ہے؟

النہر الفائق میں لکھا ہے کہ: انسانوں میں سے عورت اور جانوروں میں سے خرگوش، بجو اور چمگادڑ کو حیض آتا ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کے علاوہ کسی اور جانور کو حیض نہیں آتا۔

(النہر الفائق جلد اول ص 128)

جامع رموز الروایۃ شرح مختصر الوقایۃ میں حیاۃ الحیوان للدمیری کے حوالے سے لکھا ہے:

بجو خرگوش کی طرح ہے (یعنی اس کو بھی حیض آتا ہے) اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک سال مذکر ہوتا ہے اور دوسرے سال مؤنث ہوتا ہے اور جب مؤنث ہوتا ہے تو اس وقت حاملہ ہوتا ہے۔

دمیری نے حیاۃ الحیوان میں انتہائی رطب و یابس قسم کی باتیں جمع کی ہیں اور خاص طور یہ تو واقعی بے کار بات لکھی ہے۔ جو لوگ خرگوش پالتے ہیں ان سے پوچھیں تو وہ اس بات کو غلط بتائیں گے۔ اس کے مقابلے میں جاحظ کی کتاب زیادہ مستند ہے۔

شربینی نے مغنی المحتاج میں جاحظ کی کتاب الحیوان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ:

حیوانات میں سے چار کو حیض آتا ہے:

انسانوں میں عورتیں، اور جانوروں میں خرگوش، بجو، چمگادڑ۔

دوسرے لوگوں نے مزید چار کا اضافہ کیا ہے:

اونٹنی، کتیا، چھپکلی، گھوڑی۔

(مغنی المحتاج جلد 1 ص 277)

جبکہ حاشیہ طحطاوی میں دس جانوروں کے نام اشعار میں گنوائے ہیں جنہیں حیض آتا ہے:

الحیض یاتی للنساء و تسعة

وهى النياق و ضبعها والارنب

واللوزغ الخفاش حجرة كلبة

والعرس والحيات منها تحسب

والبعض زاد سميكة رعاشة

فاحفظ ففى حفظ النظائر يرغب

انسانوں میں عورتیں، اور جانوروں میں اونٹنیاں، بجو، خرگوش، چھپکلی، چمگادڑ، گھوڑی، کتیا، سانپ اور مچھلی۔

ڈاکٹر محمد علی البار نے لکھا ہے کہ انسانوں میں عورتوں کو اور جانوروں میں اونچے تھنوں والے جانوروں کو حیض آتا ہے اور یہ مکمل طور پر رحم سے حیض ہوتا ہے جیسے: بندر، اورنگوٹن، چپن گینز اور گوریلا۔ (خلق الانسان ص84)

باقی جانوروں کے متعلق تو بحث کی ضرورت نہیں ہے البتہ بعض روایات میں خرگوش کو حیض آنے کا ذکر ملتا ہے اس لئے ہم خرگوش کے متعلق کچھ تفصیل سے بات کرتے ہیں:

ابوداود میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی شکار کیا ہوا خرگوش لایا اور پوچھا کہ آپ کی اس کے بارے میں کیا رائے ہے؟

توحضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خرگوش نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تھا اور میں اس وقت وہاں بیٹھا تھا تو نبی کریم ﷺ نے خود اس کو نہیں کھایا اور اس کے کھانے سے بھی منع نہیں فرمایا اور آپ کا خیال یہ تھا کہ اس کو حیض آتا ہے۔ (ابوداود باب فی اکل الارنب)

ابن ماجہ میں روایت ہے کہ:

قلتُ یا رسول اللہ! ما تقول فی الارنب؟ قال لاآکلہ ولااحرمہ قلت فانی آکُل مما لم تحرم ولِمَ یارسول اللہ؟ قال نُبِّئْتُ انہا تَدْمٰی-

(ابن ماجہ رقم الحدیث3245)

صحابی نے سوال کیا کہ یارسول اللہ آپ خرگوش کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا: نہ میں اس کو کھاتا ہوں اور نہ ہی حرام قرار دیتا ہوں، میں نے عرض کیا: میں تو ان چیزوں

میں سے کھاتا ہوں جو حرام نہیں ہیں، آپ کیوں نہیں کھا رہے ؟ تو فرمایا: مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کو خون آتا ہے۔

اس کی تشریح میں علامہ سندھی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

تَدْمٰی کَرَضِیَ اَیْ: تَحِیْضُ۔

تدمی رَضِیَ (یَرْضیٰ) کی طرح (باب سمع سے) ہے، مطلب یہ ہے کہ اس کو حیض آتا ہے۔

ان روایات سے اور علامہ سندھی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تشریح سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ خرگوش کو حیض آتا ہے۔

جبکہ فتاوی اصحاب الحدیث میں لکھا ہے کہ: اگر (خرگوش کو) حیض آتا ہے تو اس کی زیادہ سے زیادہ یہ حقیقت ہے کہ خرگوش کا پیشاب گاہے بگاہے رنگدار ہو جاتا ہے، کبھی تیز سرخ اور کبھی نارنجی جیسا، معروف حیض یا متعارف خون مراد نہیں، علم الحیوانات کے ماہرین کی یہی رائے ہے۔

(فتاوی اصحاب الحدیث جلد 4 ص 431)

خلق الانسان میں ڈاکٹر محمد علی البار نے یہ کہاہے کہ :

انسانوں میں عورت اور جانوروں میں اونچے تھنوں والے جانور جیسے : بندر، اور نگوٹن، پین گینز اور گوریلا کو حیض آتا ہے اور ان کو مکمل ماہواری ہوتی ہے۔اور عرب کے اشعار میں مشہور ہے کہ خرگوش، بجو اور چمگادڑ کو حیض آتا ہے، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ ان حیوانات کو خاص طور پر مؤنث خرگوش کو جماع کے دوران ابھار آتا ہے اوراس کے خلیے گرتے ہیں، جب یہ ہو جاتا ہے تو اس کے بعد اس کے رحم سے تھوڑا بہت خون آتا ہے، اور یہ اس کے برعکس ہوتا ہے جو عورتوں اور اونچے تھنوں والے جانوروں میں ہوتا ہے،اس لئے کہ ان میں حیض کے دوران خلیہ مطلقاً نہیں آتا بلکہ اپنے مقررہ وقت پر آتا ہے چاہے جماع ہو یانہ ہو، جماع سے ربط کے بغیر جبکہ خرگوش اور بجو میں اس کے برعکس ہوتا ہے۔(دیکھئے خلق الانسان ص84)

چھٹا سبق

حیض کی تاریخ

حیض کی ابتدا کہاں سے ہوئی؟

حیض کی ابتدا کے بارے میں سلف صالحین سے دو قسم کی باتیں ملتی ہیں جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں نقل کیا ہے:

1-بنی اسرائیل کی عورتوں سے حیض کی ابتدا ہوئی، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی روایات سے جیسا کہ معلوم ہوتا ہے۔

2-حضرت حوا علیہا السلام سے حیض کی ابتدا ہوئی، جیسا کہ جمہور علماء کی رائے ہے، امام بخاری نے بھی اسی رائے کو ہی ترجیح دی ہے۔

پہلی رائے سے متعلقہ روایات:

1-عن ابن مسعود رضي الله تعالی عنه قال: کان الرجال و النساء في بني اسرائیل یصلون جمیعا فکانت المرأة لها الخلیل، تلبس القالبین تطول بهما لخلیلها، فالقي علیهن الحیض-

(رواه عبد الرزاق في المصنف رقم الحدیث5115)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: بنی اسرائیل میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے، چنانچہ عورت کا یار ہوا کرتا تھا، اور وہ لکڑی کا جوتا پہنتی تھی جس سے اونچی ہو جاتی تھی اپنے دوست (کو دیکھنے کے لئے) تو اللہ تعالٰی نے ان پر حیض ڈال دیا۔

یہ روایت حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری میں مختصراً ذکر کی ہے اور اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے اور اسی روایت کی طرف امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے صحیح بخاری میں:

وکأنه یشیر الی مااخرجه عبد الرزاق عن ابن مسعود باسناد صحیح قال: کان الرجال والنساء في بني اسرائیل یصلون جمیعا، فکانت المرأة تتشرف للرجل فالقی الله علیهم الحیض و منعهن المساجد-

(فتح الباری جلد1 ص527)

گویاامام بخاري رحمہ اللہ کااشارہ اس روایت کی طرف ہے جس کی تخریج عبدالرزاق نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

بنی اسرائیل میں مرد اور عورتیں ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے، چنانچہ عورت مرد کو جھانکتی تھی تواللہ تعالیٰ نےان پر حیض ڈال دیااوران کو مساجد سے روک دیا۔

2-عن عائشة رضي الله تعالى عنها قالت :

كان نساء بني اسرائيل يتخذن أرجُلا من خشب، يتشرفن للرجال في المساجد، فحرَّم الله عليهن المساجد، وسلطت عليهن الحيضة-

(رواه عبدالرزاق في مصنفه رقم الحديث 5114)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہاسے روایت ہے کہ : بنی اسرائیل کی عورتوں نے لکڑی کے جوتے بنوائے تاکہ مساجد میں مردوں کو جھانک سکیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نےان کے لئے مساجد حرام کردیں اوران پر حیض کو مسلط کردیا۔

جمہور کی رائے سے متعلقہ روایات:

1-فتاویٰ تاتاخانیہ میں ایک روایت نقل کی ہے، جو کہ حدیث کی کتب میں مجھے کہیں نہیں ملی ہے:

وفی کفایة الشعبی: روی فی الأخبار أن آدم علیه السلام لما أهبط فی الأرض مع حواء و کانت حواء لم تر نجاسة قبل ذالک فحاضت و هی فی الصلوة فسئلت آدم علیه السلام عنه، فلم یعلم الجواب حتی نزل جبریل فسئله آدم علیه السلام عنه فلم یعلم الجواب حتی رجع، ثم جاء جبریل علیه السلام وامره أن یأمرها بترک الصلوة أیام حیضها، ولم یأتها الأمر القضاء، ثم حاضت بعد ذالک وهی صائمة فسئلت آدم علیه السلام فی ذالک فقال لها: أفطری، فجاء جبریل علیه السلام وأمره ان یأمرها بالقضاء، فقال آدم علیه السلام: یارب کل واحد منهما عبادة کیف أمر بالقضاء فی احداهما دون الأخری؟ فأوحی الله الیه، انک رجعت الینا فی المرة الأولیٰ فحکمنا ما حکمنا و فی الثانیة حکمت برأیک فعاقبنا بالقضاء لتعلم ان المرجع فی جمیع الأمور الی الله تعالیٰ-

(فتاویٰ تاتار خانیة جلد اول ص468)

روایت کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام حضرت حواء علیہا السلام کے ساتھ جب زمین پر اتارے گئے، اور حضرت حواء نے اس سے پہلے (جنت میں) نجاست (حیض) نہیں دیکھی تھی، تو نماز کے دوران انہیں حیض آگیا، تو انہوں نے حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا تو ان کو اس کے جواب کا علم نہیں تھا، یہاں تک کہ جبریل علیہ السلام نازل ہوئے تو ان سے حضرت آدم علیہ السلام نے پوچھا، لیکن ان کو بھی اس کے بارے میں علم نہیں تھا اس کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام چلے گئے، پھر حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ حضرت حواء کو کہو حیض کے دنوں میں نماز چھوڑ دے، اور قضاء کا حکم نہیں لائے، پھر ان کو حیض اس حال میں آیا جبکہ وہ روزے سے تھیں تو انہوں نے اس کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام سے پوچھا، تو انہوں نے فرمایا: افطار کر لو، پھر جب حضرت جبریل علیہ السلام آئے تو انہوں نے کہا کہ اس کو کہو کہ (روزے کی) قضا کرے، تو حضرت آدم علیہ السلام نے کہا: اے پروردگار! (نماز اور روزہ) دونوں تیری عبادتیں ہیں کیسے ایک کی قضا ہے اور دوسری کی نہیں؟ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی فرمائی: آپ نے پہلی مرتبہ ہماری طرف رجوع کیا لہٰذا ہم نے اس میں اپنی مرضی سے حکم دیا، اور دوسری مرتبہ آپ نے اپنی رائے سے فیصلہ کیا لہٰذا ہم نے

قضا کرنے کے حکم سے آپ کو سزا دی تاکہ آپ کے علم میں رہے کہ تمام معاملات میں اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

2- کنزالعمال میں ہے:

عن عمر رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: اخبرنی حبیبی جبرئیل ان اللہ بعثہ الی امنا حواء حین دمیت فنادت ربھا: جاء منی دم لااعرفہ فناداھاالادمینک وذریتک و لاجعلنہ کفارۃً و طھوراً۔

(کنزالعمال رقم الحدیث 27702)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے میرے حبیب حضرت جبریل علیہ السلام نے بتایا ہے کہ: ان کو اللہ تعالیٰ نے حضرت حواء علیہا السلام کے پاس بھیجا، جس وقت انہیں حیض آیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کو پکارا اور کہا مجھے ایسا خون آیا ہے جسے میں پہچانتی نہیں ہوں، تو جواب دیا: میں تجھے اور تیری اولاد کو خون آلود کروں گا اور میں اسے کفارہ اور طہارت بناؤں گا۔

3–عن ابن عبَّاس رضي اللَّه عنهما، قال:

"لَمَّا أَكَلَ آدَمُ مِنَ الشَّجَرَةِ الَّتِي نُهِيَ عَنْهَا، قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ: (مَا حَمَلَكَ عَلَى أَنْ عَصَيْتَنِي؟) قَالَ: رَبِّ زَيَّنَتْ لِي حَوَّاءُ قَالَ: (فَإِنِّي أَعْقَبْتُهَا أَنْ لَا تَحْمِلَ إِلَّا كَرْهًا، وَلَا تَضَعَ إِلَّا كَرْهًا، وَدَمِيْتُهَا فِي الشَّهْرِ مَرَّتَيْنِ)فَلَمَّا سَمِعَتْ حَوَّاءُ ذَلِكَ رَنَّتْ، فَقَالَ لَهَا: (عَلَيْكِ الرَّنَّةُ وَعَلَى بَنَاتِكِ)."

(روى الطبري في "تفسيره" (356/12) ، وابن المنذر في "الأوسط" (201/2) ، والحاكم في "المستدرك" و صححه (3437) ، والبيهقي في "الشعب" (5407)، والخرائطي في "اعتلال القلوب" (216)، وابن أبي الدنيا في "العقوبات" (118)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

جب حضرت آدم علیہ السلام نے شجرۂ ممنوعہ کھالیا تو اللہ تعالیٰ نے پوچھا: آپ کو میری نافرمانی پر کس چیز نے ابھارا ہے؟ تو عرض کیا کہ: میرے لئے اس کو مزین کر کے حضرت حواء علیہا السلام نے پیش کیا تھا، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے اسے یہ سزادی ہے کہ سختی کے ساتھ حاملہ ہو گی اور بچہ بھی سختی کے ساتھ جنے گی، اور میں اسے دو مرتبہ خون آلود کروں گا مہینے میں، جب حضرت حواء علیہا السلام نے یہ سنا تو زور سے رونی لگیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تو بھی اور تیری بیٹیاں بھی روتی رہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے یہی روایت فتح الباری میں مختصراً ذکر کی ہے اور اسے صحیح الاسناد قرار دیا ہے۔

"روى الحاكم وابن المنذر - بإسنادٍ صحيحٍ -، عن ابن عبَّاس: أنَّ ابتداء الحيض كان على حواء بعد أن أُهبطت من الجنة."

(فتح الباری جلد1 ص527)

حاکم اور ابن منذر نے صحیح سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے کہ: حیض کی ابتدا حضرت حواء کے جنت سے نکال دیئے جانے کے بعد ہوئی۔

حافظ رحمہ اللہ نے المطالب العالیہ میں کہا ہے کہ: یہ روایت موقوف ہے لیکن صحیح الاسناد ہے۔

"هذا موقوفٌ صحيح الإسناد."

(المطالب العالية) "515/2))

4-عن عبدالرحمن بن زيد:

ولهم فيها ازواج مطهرة، قال : المطهرة التى لاتحيض، ثم قال ابن زيد:وكذالک خلقت حواء حتى عصت، فلما عصت، قال الله : اني خلقتک مطهرة و سأدميک كما أدميت هذه الشجرة-

(تفسير طبرى:550)

عبد الرحمن بن زید سے (ولهم فيها ازواج مطهرة، اور ان کے لئے پاکیزہ بیویاں ہیں) کی تفسیر کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے کہا: مطہرہ وہ ہوتی ہے جسے حیض نہ آئے، پھر کہا کہ : حضرت حواء کو بھی اسی طرح پیدا کیا تھا یہاں تک کہ انہوں نافرمانی کرلی، جب نافرمانی کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تجھے پاکیزہ پیدا کیا اور میں تجھے ایسے خون آلود کروں گا جیسے تو نے اس درخت کو کیا ہے۔

5-يقول القاسم سمعت عائشة رضي الله عنها تقول:

خرجنا لانرى الا الحج، فلما كنا بسرف حضت، فدخل عليَّ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم، وانا ابكي، قال مالك، انفست؟ قلت: نعم، قال: ان هذا امر كتبه الله علي بنات آدم، فاقضي ما يقضي الحاج، غير ان لا تطوفي بالبيت قالت: و ضحى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن نسائه البقر-

(متفق عليه واللفظ للبخاري رقم الحديث294)

قاسم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ہم (حجۃ الوداع میں) صرف حج کے ارادے سے نکلے تھے، پھر جب ہم مقام سرف میں پہنچے تو مجھے حیض آگیا، میرے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور میں رورہی تھی، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے، کیوں رورہی ہو، کیا حیض آگیا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے، تم سوائے بیت اللہ کے طواف کے حاجیوں والے سارے کام کرو، اور فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی ازواج کی طرف سے ایک گائے ذبح فرمائی۔ ان روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیض دنیا کی ساری عورتوں کے لئے ہے اور ہر عورت کو آتا ہے، جب سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پیدا کیا ہے، اور خاص طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتداء حضرت حواء سے ہوئی تھی۔

اس کے علاوہ پیچھے کچھ روایات گزر چکی ہیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی حضرت سارہ کے حیض کا ذکر آتا ہے جو کہ بنی اسرائیل کی عورتوں سے بہت پہلے کی ہیں، اور اسی طرح یوسف علیہ السلام کو بہکانے والی عورتوں کے حیض کا ذکر آتا ہے، جو کہ

حیض کے اسماء میں ہم بیان کر چکے ہیں، چنانچہ دو روایات کے علاوہ تمام روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی۔

دونوں قسم کی روایات میں تطبیق:

امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان یہ ہے کہ **مرفوع حدیث** (هذا امر كتبه الله على بنات آدم) کے مقابلے میں آثار صحابہ کو چھوڑ دیں گے، البتہ دیگر محدثین نے دونوں قسم کی روایات میں مختلف تطبیقات بیان کی گئی ہیں:

1- حضرت ابن مسعود اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں یہ نہیں ہے کہ:

حیض کی ابتداء بنی اسرائیل سے ہوئی ہے۔

بلکہ ان روایات میں یہ کہا گیا ہے کہ:

ان پر حیض مسلط کر دیا گیا۔

تو ہو سکتا ہے کہ: ایک لمبے عرصے کے لئے ان پر حیض بند کر دیا گیا ہو اور پھر کھول دیا گیا ہو۔

2- حیض کی ابتدا حضرت حواء سے ہوئی لیکن حیض کے احکامات بنی اسرائیل کی عورتوں سے شروع ہوئے، ان کی شرارتوں کی وجہ سے۔

3- حیض کی ابتداء تو حضرت حواء سے ہوئی لیکن اس وقت تکلیف نہیں ہوتی تھی، لیکن یہ جو تکلیف ہوتی ہے حیض کے زمانے میں اور عورت کا حسن و جمال ماند پڑ جاتا ہے اور عورت نچڑ جاتی ہے یہ صورتحال بنی اسرائیل کی عورتوں سے شروع ہوئی۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ:

یہاں یہ سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ: حضرت حواء علیہا السلام کی غلطی کی سزا دوسری عورتوں کو کیوں دی گئی؟

بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ اسرائیلی طرح کی روایت ہے جو ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اہلِ کتاب سے نقل کی ہو، اس لئے کہ اسی کے قریب قریب توراۃ میں بھی مذکور ہے، اور اہل کتاب کی روایت کے بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ:

لا تُصَدِّقُوا أَهْلَ الكِتَابِ، وَلا تُكَذِّبُوهُمْ

(رواه البخاري رقم الحديث4215)

نہ اس کی تکذیب کی جائے نہ تصدیق۔

بلکہ اس پر سکوت اختیار کیا جائے، ہو سکتا ہے سچ ہو یا ہو سکتا ہے جھوٹ ہو۔

لیکن محقق علماء کرام نے اس کی تردید کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس قسم کی بات اہل کتاب سے نقل کی ہو اس لئے کہ اہلِ کتاب سے نقل کرنے کی مخالفت ان سے مروی ہے۔

البتہ یہاں یہ کہا جاسکتا ہے کہ : یہ ظاہری سبب سا ہے، جیسے حضرت آدم و حضرت حواء علیہما السلام کے جنت سے نکالنے کا سبب شجرۂ ممنوعہ بن گیا تھا، اسی طرح یہ بھی ایک ظاہری سبب سا ہے ورنہ حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حیض ایک نعمت ہے جو اس نے بنات آدم میں جاری کر دی ہے، اور یہ انسانی وجود کے بقاء کا ذریعہ ہے، چنانچہ جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اس کے یہاں اولاد نہیں ہوتی، اسی طرح جس عمر میں حیض بند ہو جائے تو عورت بانجھ بن جاتی ہے، اسی طرح جب بچہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی حیض کے ذریعے اسے غذا فراہم کرتا ہے، جس سے بچے کی بڑھوتری اور نشو و نما ہوتی ہے، لہٰذا حیض اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے جس کا ذریعہ اس طرح بنایا

گیا، بھلا دیکھو حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو ان کی نسل پھیلی اور آپ اور ہم وجود میں آئے، ورنہ اگر وہ نہ نکالے جاتے تو نسلِ انسانی کہاں پھیلتی۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن اس نے ہر کام ایک نظام کے تحت رکھا ہے۔

ساتواں سبق

حائضہ کی تاریخ

گذشتہ اقوام و مذاہب ہوں یا عصر حاضر کے اقوام و مذاہب ہر قوم میں حائضہ کے ساتھ عجیب و غریب قسم کے معاملات کئے جاتے رہے ہیں اور اب بھی بعض اقوام میں یہ معاملات جاری ہیں، جبکہ اسلام نے شروع ہی سے ایک معتدل اور مضبوط موقف اپنایا ہے جو کہ اس کی حقانیت کی دلیل بھی ہے۔

یہودی اور حائضہ:

یہودیوں میں یہ رواج تھا کہ حیض کے دنوں میں عورت کو گھر سے باہر نکال دیتے تھے، نہ اس کے ساتھ کھاتے تھے، نہ پیتے تھے، اور نہ ہی ساتھ رہتے۔

حیض ختم ہو جانے کے سات دن بعد تک ان کے قریب نہیں جاتے تھے ان کا خیال تھا کہ یہ سب ان کی کتاب میں ہے۔

(فتح الملہم جلد 1 ص 460)

عیسائی اور حائضہ:

عیسائیوں میں یہ رواج تھا کہ حیض کے دنوں میں ان کے ساتھ جماع بھی کرتے تھے۔

مشرکین مکہ اور حائضہ:

مشرکین مکہ کے ہاں یہ رواج تھا کہ جب عورت کو حیض آتا تو اس کے ساتھ دبر میں بدفعلی کرتے تھے۔

حائضہ اور ہندو مذہب:

ہندو مذہب عورتوں کے معاملے میں خاصہ متشدد رہا ہے، چنانچہ ہندوؤں میں یہ رواج تھا کہ جب کوئی مرد فوت ہوتا تو اس کی لاش کے ساتھ اس کی زندہ بیوی کو بھی جلادیا کرتے تھے، ماضی میں ہندوؤں میں یہ رواج تھا کہ عورت کو حیض آنے پر گھر سے باہر نکال دیا کرتے تھے، یہ آج بھی نیپال میں باقی ہے، اسے نیپال میں "رسم چوپاڑی" کہتے ہیں، اس پر سنہ 2005 میں پابندی عائد کردی گئی لیکن اب بھی نیپال کے بعض مغربی علاقوں

میں یہ رسم جاری ہے۔اس حوالے سے بی بی سی نے ایک رپورٹ شائع کی ہے اور اس رپورٹ میں مختلف انکشافات کئے گئے ہیں خلاصے کے طور پر ہم یہاں کچھ باتیں ذکر کر دیتے ہیں:

حیض آنے پر لڑکیوں کو گھر سے باہر مٹی کی بنی ایک جھونپڑی میں بھیج دیتے ہیں، (جس میں وہ کیڑے مکوڑوں اور جنگلی جانوروں کے حوالے ہو جاتی ہے) اسی گھر سے باہر نکال دینے کی رسم کے نتیجے میں ایک پندرہ سالہ لڑکی کی ہلاکت ہوگئی، کتب کو ہاتھ لگانا منع ہوتا ہے، جس سے لڑکیوں کی تعلیم رک جاتی ہے، حائضہ کو مویشیوں کے باڑے میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی، دودھ، مکھن اور دہی کا استعمال نہیں کر سکتی، دوران حیض، حیض والی عورت کو کھانا بھی ہاتھ میں نہیں دیتے بلکہ پھینک جاتے ہیں، حیض والی عورت کو اپنوں سے بڑوں کو نہیں چھونا چاہئے، کرائے کا مکان لیتے ہوئے پہلے پوچھا جاتا ہے کہ آپ کو حیض تو نہیں آتا، اگر حیض آتا ہو تو کرائے کا مکان نہیں مل سکتا، اگر مشکل سے مل بھی گیا تو اوپر والی منزل میں نہیں ملے گا، بلکہ نچلی منزل میں ملے گا، دوران حیض پانی والی نل کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں، گھر کا بیت الخلاء استعمال کرنے کی اجازت نہیں ہوتی، غرضیکہ حیض والی عورت کو انتہائی منحوس تصور کیا جاتا ہے۔

(بی بی سی 17 جنوری 2017)

حائضہ اور کیلاش لوگ:

کیلاش پاکستان میں ضلع چترال کا ایک علاقہ ہے، جہاں ایک الگ قسم کا مذہب پایا جاتا ہے، جس میں خدا کا تصور تو ہے لیکن کسی نبی کو یہ لوگ نہیں مانتے،ان لوگوں کے بڑے عجیب و غریب عقائد اور عجیب و غریب رسمیں اور رواج ہیں، انہیں میں سے ایک رسم "بشالینی" کی ہے، بشالینی اصل میں اس خاص جگہ کا نام ہے جہاں حیض والی عورت کو گھر سے نکال کر رکھا جاتا ہے،ان کے ہاں عورت کو حیض کے دنوں میں نجس اور پلید سمجھا جاتا ہے اور گھروں میں رکھنا ناجائز اور حرام سمجھا جاتا ہے: اس جگہ پر تختی لگی ہوتی ہے جس پر یہ لکھا ہوا ہوتا ہے:

خبردار! بشالینی ممنوعہ علاقہ ہے۔

اس مخصوص جگہ میں مردوں کا داخلہ ممنوع ہوتا ہے، کچھ عرصہ قبل یہ ہوتا تھا کہ شدید برفباری میں حیض والی عورتیں وہاں پر بغیر بستر اور کمبل کے رہتی تھیں، نہ گاؤ تکیہ نہ گرم پانی، ٹھنڈے پانی میں نہاتیں، تکیے کی جگہ سر کے نیچے پتے رکھتی تھیں، انتہائی

حیرت کی بات یہ ہے کہ یہاں ہی بچے کی پیدائش ہوتی تھی اور اس کے بعد ٹھنڈے پانی میں جاکر عورت کو نہانا پڑتا تھا، لیکن ابھی یونانی لوگوں کی مدد سے بشالی میں کافی سہولیات آگئی ہیں لیکن اب بھی حائضہ کو گھر میں جانے کی اجازت نہیں ہوتی بلکہ اس کو یہیں پر ہی رہنا ہوتا ہے، چاہے اس کا کوئی رشتے دار بھی فوت ہو جائے یا کوئی خوشی کا موقع ہو، (اگرچہ کیلاش لوگوں کے ہاں کوئی مر جائے تو اس پر بھی خوشی منائی جاتی ہے) بچے والی عورت کو بچے کے ساتھ یہاں بھیج دیا جاتا ہے، اور جب بچہ تین سال کا ہو جائے تو پھر بچے کا یہاں آنا ممنوع ہوتا ہے، اگر کوئی عورت بشالی میں مر جائے تو اس کی میت دیگر مرنے والوں کی طرح عبادت کے مقام پر نہیں لے جائی جاسکتی، اسے گاؤں میں نہیں لے جایا جاسکتا، نیچے وادی میں کسی مقام پر تین دن رکھنے کے بعد دفن کر دیا جاتا ہے، اگر کوئی بشالینی کی خلاف ورزی کرے یا کوئی بچہ ماں سے حیض کے دنوں میں گاؤں چلا جائے تو پھر بکرے کی قربانی دی جاتی ہے اور اس طرح یہ عورت پاک ہو جاتی ہے، بعض خواتین جب اکیلی ہوں تو کسی مسلمان رشتے دار کے گھر چلی جاتی ہیں اور حیض کے ایام وہاں جاکر گزار لیتی ہیں۔

حائضہ اور مالی کے ڈوگون قبیلہ:

مالی ایک افریقی ملک ہے، یہاں ایک قبیلہ ہے جسے ڈوگون قبیلہ کہا جاتا ہے، ان لوگوں کے یہاں بھی یہ رواج ہے کہ حیض کے دنوں میں عورت کو گھر سے نکال دیتے ہیں۔

حائضہ اور اسلام:

اسلام نے روزِ اول سے حائضہ کے احکام میں اعتدال رکھا ہے، عورت کی کمزوری کا بھی لحاظ رکھا ہے، اس کی سہولیات کا بھی لحاظ رکھا ہے، حیض کے خون کو دوسری اقسام کے خونوں کی طرح ناپاک کہا ہے، لیکن اس سے نفرت نہیں پیار کا درس دیا، بلکہ حائضہ کے لئے تسلی کا سامان کیا ہے، اس دوران نماز معاف فرمادی ہے، روزے سے بھی روک دیا ہے اگرچہ روزے کی قضاء بعد میں ہوگی لیکن فوری سہولت تو ہوگئی ہے، اس دوران جماع سے بھی منع کیا ہے اس لئے کہ اس میں عورت کے لئے تکلیف ہے۔

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ:

عن أنس رضي الله عنه أن اليهودَ كانوا إذا حاضت المرأةُ فيهم لم يُؤاكلوها، ولم يُجامعوهنَّ في البيوت، فسئل اصحابُ النبيِّ ﷺ النبيَّ ﷺ فأنزل الله عزَّ و جلَّ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ الآية [البقرة:222]، فقال رسول الله ﷺ إصنعوا كل

شيء إلَّا النكاح فبلغ ذلك اليهود فقالوا: ما يريد هذا الرجل ان يدع من أمرنا شيئاإلَّا خالفنا فيه فجاء أُسيد بن حضير و عَبَّاد بن بِشرٍ فقالا: ان اليهود تقول كذا و كذا، افلا نجامعهن؟ فتغير وجه رسول الله ﷺ حتى ظننا ان قد وجد عليهما، فخرجا فاستقبلهما هديَّة من لبن الى النبي ﷺ فأرسل في آثارهما، فسقاهما، فعرفا أن لم يجد عليهما-

(رواه مسلم رقم الحديث 496)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: یہوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب ان کی عورتیں حائضہ ہوتیں تو نہ ان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے، اور نہ ان کے ساتھ گھر میں رہتے تھے، صحابہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا: تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت:

﴿ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ ﴾

(البقرة: 222)

ترجمہ: اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ: وہ گندگی ہے، لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں، ان سے قربت (یعنی جماع) نہ کرو۔

آخر تک نازل فرمائی تو آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ تم لوگ جماع کے علاوہ سب کچھ کیا کرو، جب یہودیوں کو اس بات کی اطلاع ملی، تو انہوں نے کہا: یہ آدمی کیا چاہتا ہے؟ ہمارے کسی بھی دینی حکم کی مخالفت کئے بغیر نہیں رہتا ہے، اس کے بعد حضرت اسید بن حضیر اور حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہما نے آکر عرض کیا: یہودی اس طرح کہہ رہے ہیں، تو کیا ہم لوگ اپنی عورتوں سے جماع نہ کرنا شروع کر دیں؟ اس پر رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ انور متغیر ہو گیا، یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ ﷺ ان پر غصہ ہو گئے، چنانچہ وہ دونوں حضرات چل دیئے، تو اچانک ان دونوں کے سامنے ہی ایک شخص حضرت نبی کریم ﷺ کے لئے دودھ کا ہدیہ لے کر آگیا، آنحضرت ﷺ نے ایک آدمی کو ان دونوں کے کے پیچھے جلدی سے بھیجا، پھر آنحضرت ﷺ نے ان کو دودھ پلایا، تو ان دونوں نے سمجھا کہ آنحضرت ﷺ ان سے خفا نہیں ہوئے۔

روح المعانی میں ہے کہ: یہ سوال کرنے والے حضرت ثابت بن دحداح رضی اللہ عنہ تھے۔

(حالت حیض میں جماع سے متعلق تفصیلی کلام آگے آرہاہے، ان شاءاللہ)

بخاری اور مسلم میں ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ حالت اعتکاف میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے اور میں آپ کا سر مبارک دھوتی اور میں حالت حیض میں ہوتی۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں حیض کی حالت میں پانی پیتی اور پھر میں اس کو حضرت نبی کریم ﷺ کو دیتی تو آپ ﷺ اسی جگہ منہ رکھ کر پانی پیتے، جس جگہ میرا منہ لگا ہوتا، اور میں حیض کی حالت میں گوشت والی ہڈی پر سے گوشت اپنے دانتوں سے نوچ کر کھاتی، پھر وہ ہڈی نبی کریم ﷺ کو دیتی تو آنحضرت ﷺ وہیں منہ رکھتے جہاں میں نے رکھا ہوتا۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ میری گود میں ٹیک لگاتے تھے، اور میں حائضہ ہوتی تھی، پھر آنحضرت ﷺ قرآن کریم کی تلاوت فرماتے تھے۔

مسلم شریف میں روایت ہے کہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: مسجد میں سے مجھے چھوٹا بوریا اٹھادو، میں نے عرض کیا: میں تو حیض سے ہوں؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا حیض تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔

بخاری اور مسلم میں ہے کہ:

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ ایسی چادر میں نماز پڑھ لیتے تھے، جس کا کچھ حصہ میرے اوپر اور کچھ آنحضرت ﷺ پر رہتا تھا، اور اس وقت میں حائضہ ہوتی تھی۔

اس روایت سے علماء نے استدلال کیا ہے کہ حائضہ عورت کا جسم پاک ہے۔

بخاری شریف کی روایت گذر چکی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حج کے موقع پر جب حیض آگیا تو نبی کریم ﷺ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: یہ (قدرتی) چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔(یعنی ہر عورت کو حیض آتا ہے۔

ان روایات کو پڑھ کر اور دیگر مذاہب کے افراط و تفریط والے معاملے کو دیکھ کر اندازہ کیجئے کہ اسلام کے اندر کتنا نرمی اور پیار رکھا گیا ہے، ایک ساتھ کھانا پینا، حائضہ کے جوٹھے کا استعمال، ایک ہی برتن کا استعمال، ایک ساتھ سونا، حائضہ کی گود میں سونا، ایک ساتھ لیٹنا، ہاں اگر جماع کا خوف ہو جس میں عورت کے لئے لذت تو کہاں تکلیف ہی تکلیف ہے تو پھر یہ ہے کہ ایک ساتھ لیٹنے سے احتراز کیا جائے۔

آٹھواں سبق

حیض کا رکن

حیض کے رکن کے متعلق فقہاء کی صراحت ہے کہ حیض کا ایک ہی رکن ہے لیکن اس کی تشریح میں تھوڑا سا اختلاف ہے اور وہ یہ ہے کہ:

1-امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک:

حیض کا خون فرج داخل سے باہر فرج خارج کی طرف ظاہر ہو جائے، مطلب یہ ہے کہ جب تک خون گول سوراخ کے اندر ہی رہے اور بیرونی حصے کی طرف نہ آئے حیض کا حکم نہیں لگے گا، اور جب خون فرج سے باہر کی کھال کی طرف نکل آئے تب سے حیض شروع ہونے کا حکم لگے گا، یہی قول مفتٰی بہ ہے۔

2-امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حیض کے خون کا آنا محسوس ہو جائے لیکن خون ظاہر نہ ہو تو حیض کا حکم ثابت ہو جائے گا۔

چنانچہ اگر رمضان المبارک میں سورج چھپنے سے پہلے خون آنے کا احساس ہو اور نکلے سورج چھپنے کے بعد تو امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک عورت پر اس دن کے روزے کی قضاء کرنا لازم ہو گا، جبکہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کے نزدیک عورت اس دن کے روزے کی قضاء نہیں کرے گی، اسی طرح اگر خون فرج داخل کے کنارے پر آجائے اور وہاں سے تجاوز نہ کرے تو حیض ثابت ہو جائے گا، لیکن اگر اس کے نکلنے کا احساس ہو اور فرج خارج کے کنارے تک ظاہر نہ ہو تو اس پر حیض کا حکم نہیں لگے گا اگرچہ عورت کسی چیز سے باندھ کر یا کچھ اندر رکھ کر اس کے ظاہر ہونے کو روک دے۔

(شامی جلد1ص 284، حاشیۃ الطحطاوی ص139، فتاوی تاتارخانیہ جلد1 ص476)

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہا اللہ کی دلیل:

روي أن امرأة قالت لعائشة رضي الله عنها ان فلانة تدعو بالمصباح ليلا، فتنظر اليها، فقالت عائشة رضي الله عنها: كنا في عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم لانتكلف لذلك إلا بالمس.

(بدائع الصنائع جلد1 ص39)

روایت کیا گیا ہے کہ ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ: فلاں عورت رات کو چراغ منگواتی ہے تاکہ اس میں دیکھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہم یہ تکلف نبی کریم ﷺ کے زمانے میں نہیں کرتے تھے، سوائے ہاتھ لگانے کے۔

اس روایت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حیض کے خون کو ہاتھ تبھی لگایا جا سکتا ہے جبکہ خون باہر نکلے اور ظاہر ہو جائے۔

مذکورہ روایت مؤطا امام مالک میں اس طرح ہے:

عن بنت زيد بن ثابت أنه بلغها: أن النساء كن يدعون بالمصابيح من جوف الليل ينظرن الى الطهر، فكانت تعيب ذلك عليهن، و تقول: ما كان النساء يصنعن هذا.

(مؤطا امام مالك رقم الحديث128، باب طهر الحائض)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے روایت ہے کہ ان تک یہ بات پہنچی کہ عورتیں رات کے وقت چراغ منگواتیں تاکہ طہر دیکھ سکیں، تو وہ اس کی مذمت کرتیں اور فرماتیں کہ: عورتیں اس طرح نہیں کرتی تھیں۔

اسی طرح یہ روایت سنن دارمی میں اس طرح ہے:

عن عمرة قالت: كانت عائشة رضي الله عنها تنهى النساء أن ينظرن ليلا في المحيض و تقول: إنه قد يكون الصفرة و الكدرة.

(سنن الدارمي رقم الحديث885 باب الطهر كيف هو؟)

عمرہ سے روایت ہے کہتی ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عورتوں کو اس بات سے منع کرتی تھیں کہ وہ رات کو حیض دیکھیں، اور فرماتی تھیں کہ: کبھی وہ زرد اور کبھی مٹیالے رنگ کا ہوتا ہے۔

بدائع الصنائع والی روایت مجھے کسی حدیث کی کتاب میں اسی قدر صراحت سے نہیں ملی ہے کہ جس میں ہاتھ سے چھونے کا ذکر ہو، البتہ ان روایات سے اس قدر اشارہ ملتا ہے کہ: حیض ہو یا طہر اس کا فیصلہ خون دیکھ کر ہی کرنا چاہیئے صرف خون کے آنے کا یا طہر کا احساس ہو جانا کافی نہیں ہے۔

فقہاءاحناف نے جو تصریح کی ہے دیگر فقہاء بھی اسی کے قائل ہیں کسی نے حنفیہ کی اس تصریح کاانکار نہیں کیاالبتہ حنابلہ نے یہ صراحت کی ہے کہ حیض کے منتقل ہونے سے وہ احکام ثابت ہو جائیں گے جو اس کے نکلنے سے ثابت ہوتے ہیں۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18ص 294، کشاف القناع، جلد 1ص 141)

نواں سبق

حیض کی حکمتیں

قدرت کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا، چنانچہ حیض بھی چونکہ ایک قدرتی چیز ہے، لہٰذا اس میں بھی بہت ساری حکمتیں ہیں چند ایک حکمتیں ہم یہاں پر ذکر کرتے ہیں تاکہ خواتین اسے خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے لئے ایک رحمت سمجھیں:

1- حیض عورت کی اپنی صحت کی علامت ہوتی ہے، چنانچہ جس عورت کو حیض آتا ہو وہی ماں بننے کے قابل ہوتی ہے اور بچہ جن سکتی ہے، لیکن جس کو حیض کا خون نہ آئے تو وہ بانجھ کہلاتی ہے اور بچہ جننے کے قابل نہیں ہوتی۔

2-اطباء کہتے ہیں کہ عورت کے جسم میں کچھ زائد خون پیدا ہو جاتا ہے جس کا نکلنا ضروری ہوتا ہے، چنانچہ اگر وہ خون حیض کی صورت میں نہ نکلے تو عورت کی صحت خراب ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر حیض کا خون دوائی کے ذریعے روک لیا جائے تو یہ صحت

کے لئے انتہائی نقصان دہ ہوتا ہے اور عورت کو بیمار کر کے رکھ دیتا ہے، اور اس خون کی بحالی کے لئے پھر دوائیاں کھانی پڑتی ہیں اور کئی سارے ٹوٹکے کرنے پڑتے ہیں، اور جب عورت کو حمل ٹھہر جاتا ہے تو عورت کے رحم کا منہ بند ہو جاتا ہے اور اس وقت اس خون کو اللہ تعالیٰ جنین کے لئے غذا بنا دیتا ہے چنانچہ ماں کے پیٹ میں جبکہ شفقت اور پیار سے بھری ماں کے لئے غذا پہنچانا ناممکن ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس وقت اسی خون کے ذریعے جنین کو غذا فراہم کرتا ہے اور اسی خون کے ذریعے غذا حاصل کرتے کرتے بتدریج پوری بچے والی صورت اختیار کرتا ہے اور اس پر گوشت پوست چڑھ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ حمل کے دوران خواتین کو حیض نہیں آتا، اور اسی طرح جب بچہ پیدا ہو جاتا ہے تو اندر حیض کا بچا ہوا جمع شدہ خون نکل کر بہہ جاتا ہے، اور اس کے بعد پھر نئے خون کو اللہ تعالیٰ بچے کے لئے دودھ کی صورت میں غذا بنا دیتا ہے، چنانچہ اسی دودھ کے ذریعے بچے کی پرورش ہوتی ہے اور یہ اس کے لئے طاقت ور ترین غذا سمجھی جاتی ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ عموماً دودھ پلانے والی عورتوں میں حیض نہیں پایا جاتا الا ماشاء اللہ!

اندازہ لگائیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس خون کو کتنے مقامات پر انسانی زندگی کے بقاء اور انسانی پرورش کا ذریعہ بنایا ہے۔

3- حیض خواتین کی خوب صورتی کا ذریعہ ہے، چنانچہ جب عورتوں میں حیض باقی رہتا ہے، ان کی جسامت مضبوط اور خوب صورتی قائم و باقی رہتی ہے لیکن جب حیض کا خون آنا بند ہو جائے تو بعض کا چہرہ لٹک جاتا ہے اور بعض کا سکڑ جاتا ہے۔

دسواں سبق

حیض کے خون کی صفات

حیض کا خون کس طرح کا ہوتا ہے اور کن صفات کا حامل ہوتا ہے کہ جس سے اس کو دوسرے خونوں سے ممتاز کیا جاسکے، اس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے:

1- حیض کے رنگ:

حیض کا خون رنگ کے ذریعے پہچانا جاتا ہے کہ عموماً سیاہ رنگ کا جلا ہوا ہوتا ہے، اس کے علاوہ حیض کے کچھ دیگر رنگ بھی ہیں، اور اس میں فقہاء کا اختلاف بھی ہے، ابھی ہم مختصراً اختلاف ذکر کر دیتے ہیں لیکن تفصیل دلائل کے ساتھ اپنے مقام پر آئے گی، ان شاء اللہ تعالیٰ! جمہور فقہاء حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، اور حنبلیہ رحمہم اللہ کا حیض کے تین رنگوں پر اتفاق ہے اور وہ یہ ہیں:

(1) سیاہ (2) زرد (3) گدلا

اور حنفیہ وغیرہ نے (4) سرخ (5) مٹیالا (6) سبز بھی ذکر کیا ہے چنانچہ حنفیہ کے نزدیک مذکورہ چھ رنگ حیض کے ہیں، البتہ حنفیہ کے علاوہ سب نے سبز رنگ کا انکار کیا ہے اور یہ حنفیہ کے مابین بھی مختلف فیہ ہے۔

تفصیل اپنے مقام پر آرہی ہے۔

واضح رہے کہ سیاہ سے مراد بالکل کالا سیاہ نہیں ہے بلکہ سیاہی مائل مراد ہے۔

2- حیض کے خون کی بو:

حیض کے خون کی ایک مخصوص بدبو ہوتی ہے جسے خواتین اچھی طرح جانتی ہیں، چنانچہ حدیث پاک میں ہے:

عن فاطمة بنت ابي حبيش رضي الله عنها: أنها كانت تستحاض، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: إذا كان دم الحيض فإنه دم أسود يعرف، فإذا كان ذلك فأمسكي عن الصلاة.

(رواه ابو داود رقم الحديث 307، باب في المرأة ترى الكدرة و الصفرة بعد الطهر)

فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں استحاضہ آتا تھا، توان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ کالے رنگ کا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے، جب ایسا ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو۔

يُعْرَفُ: دو طرح پڑھا گیا ہے:

يُعْرَفُ: بضم حرف المضارع و سن العين المهملة، و فتح الراء: **مطلب یہ ہے** کہ: خواتین اس کی مخصوص بو کو پہچانتی ہیں۔

يُعْرِفُ: وقد روي بكسر الراء أي: له رائحة تعرفها النساء. **مطلب یہ ہے کہ:** اس کی بو خواتین کے یہاں معروف ہے۔

(نيل الأوطار للشوكاني جلد1 ص337)

3- حیض کا خون گرم ہوتا ہے اور جما ہوا ہوتا ہے:

حیض کا خون گرم ہوتا ہے، اس لئے کہ رحم سے جلا ہوا نکلتا ہے، اسی وجہ سے جب باہر آتا ہے تو جما ہوا ہوتا ہے اور گھلتا نہیں ہے، جبکہ اس کے مقابلے میں عام خون یا استحاضہ کا خون جب نکلتا ہے تو وہ پتلا ہوتا ہے چنانچہ اس کو اگر پانی میں ملایا جائے تو وہ جلدی

سے بہہ کر گھل مل کر مکس ہو جاتا ہے اور پورا پانی سرخ ہو جاتا ہے، جبکہ حیض کا خون ایسے نہیں ہوتا، حیض کا خون گاڑھا ہوتا ہے وہ جلدی سے ذرات میں بھی تبدیل نہیں ہوتا۔

گیارھواں سبق

حیض کی شرائط

جمہور فقہاء کرام علیہم رحمۃ الرحمن کے نزدیک عورت کے بدن سے نکلنے والا ہر خون حیض کا خون نہیں ہوتا بلکہ حیض کا خون ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے پائے جانے کی صورت میں حیض کے احکام لاگو ہوں گے ورنہ نہیں، چنانچہ ہم یہاں ان شرائط کو کسی قدر وضاحت سے بیان کرتے ہیں:

1-ایسی عورت کے رحم سے خون نکلے جسے کوئی بیماری نہ ہو، چنانچہ بیماری کی وجہ سے نکلنے والا خون حیض نہیں ہو گا۔

2-اگلی شرمگاہ کے راستے سے خون نکلے اور فرج خارج یعنی شرمگاہ کے گول سوراخ سے باہر کھال کی طرف ظاہر ہو، چنانچہ اگر پچھلے راستے سے خون آیا تو وہ حیض نہیں کہلائے گا، اسی طرح فرج خارج تک خون نہیں نکلا تو حیض نہیں کہلائے گا۔

3-نو سال کی عمر سے پہلے خون نہ آئے، چنانچہ اگر نو سال کی عمر سے پہلے خون آگیا تو یہ حیض نہیں کہلائے گا۔

4-حمل کے دوران کا خون نہ ہو یہ حنفیہ اور حنبلیہ کے نزدیک چنانچہ ان کے نزدیک اگر کسی خاتون کو حمل کے دوران خون آیا تو یہ حیض نہیں کہلائے گا، جبکہ مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک حمل والی عورت کو بھی حیض کا خون آسکتا ہے۔

5-ولادت کی وجہ سے خون نہ آیا ہو، چنانچہ اگر کسی خاتون نے بچہ جنا تو نکلنے والا خون حیض نہیں کہلائے گا بلکہ نفاس کہلائے گا اور نفاس کا بیان اپنے مقام پر آرہا ہے۔ان شاء اللہ تعالیٰ!

6-خون آنے سے پہلے طہر کا نصاب حقیقتاً یا حکماً پورا ہو چکا ہو، حقیقتاً کا مطلب ہے کہ حیض کے بعد جو پاکی کا زمانہ آیا ہے اس میں کسی قسم کا کوئی خون نہ آیا ہو، جبکہ حکماً کا مطلب یہ ہے کہ خون تو آیا ہو لیکن وہ زمانہ پاکی کا ہو حیض کا زمانہ نہ ہو، اور طہر کا نصاب یعنی پاکی کا کم از کم زمانہ کتنا ہوتا ہے، اس میں فقہاء کا آپس میں اختلاف ہے ہم یہاں اختلاف ذکر کر دیتے ہیں جبکہ تفصیل دلائل کے ساتھ اپنے مقام پر آرہی ہے، چنانچہ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک پاکی کا کم از کم زمانہ پندرہ دن ہے جبکہ زیادہ کی کوئی حد

نہیں، اور حنبلیہ کے نزدیک پاکی کا کم از کم زمانہ تیرہ دن ہے اور زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ دو حیضوں کے درمیان عورت کم از کم پندرہ دن پاک رہ سکتی ہے حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک۔ جبکہ حنبلیہ کے نزدیک تیرہ دن پاک رہ سکتی ہے، جبکہ اس سے پہلے حیض کا خون نہیں آسکتا، چنانچہ اگر کسی خاتون کو اس مذکورہ مدت سے پہلے خون آگیا تو حیض کا خون نہیں کہلائے گا بلکہ بیماری کا خون کہلائے گا، اور اس دوران یہ کہا جائے گا کہ عورت حکمی طور پر پاک ہے نماز روزہ وغیرہ پڑھ سکتی ہے۔

7- حیض کی کم از کم مدت سے کم خون نہ ہو، اس لئے کہ حیض کی ایک مخصوص مدت ہے جس سے اگر خون کم ہوا تو یہ حیض کا خون نہیں کہلائے گا، اور اس مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے، تفصیل دلائل کے ساتھ اپنے مقام پر آرہی ہے۔ ان شاء اللہ!

چنانچہ حنفیہ کے نزدیک مفتی بہ قول کے مطابق کم از کم حیض کی مدت تین دن تین رات ہے یعنی پورے 72 گھنٹے چنانچہ اگر بہتر گھنٹے پورے ہونے سے ایک منٹ پہلے خون آنا بند ہو گیا تو حیض نہیں کہلائے گا، واضح رہے کہ بہتر گھنٹے مسلسل خون بہتا رہنا ضروری نہیں ہے اس لئے خون کبھی آتا ہے اور کبھی رک جاتا ہے، مقصد یہ ہے کہ خون

شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک مجموعی مدت کم از کم پورے بہتر گھنٹے ہوں، اگرچہ بیچ میں خون رک گیا ہو۔

(فتاویٰ تاتاخانیہ جلد 1 ص 469)

جبکہ مالکیہ کے نزدیک عبادات کے معاملے میں کم از کم حیض کی مدت مقرر نہیں ہے، چنانچہ اگر ایک مرتبہ بھی خون آئے تو وہ بھی ان کے نزدیک عبادات کے معاملے میں حیض ہوگا، جبکہ عدت اور استبراء کے معاملے میں کم از کم مدت حیض ایک دن یا اس کے بعض حصے میں خون آنا ضروری ہے۔

جبکہ شافعیہ اور حنبلیہ کی رائے یہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ایک دن ایک رات ہے۔

(الموسوعۃ الفقھیۃ جلد 18 ص 294)

8- حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے زیادہ دن خون نہ آئے۔ چنانچہ زیادہ سے زیادہ مدت کے بعد آنے والا خون حیض نہیں ہوگا، اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حنفیہ کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن دس رات ہے یعنی حیض دس دن دس رات سے کم میں رک جائے یا دس دن دس رات پورے ہونے پر رک جائے تو حیض کہلائے گا، لیکن اگر دس دن دس رات سے تجاوز کر گیا تو دس دن دس رات سے زیادہ والا خون تو بالکل حیض نہیں کہلائے گا اور دس دن دس رات میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اگر پہلی مرتبہ خون آرہا ہے تو پورے دس دن دس رات حیض کے ہوں گے باقی استحاضہ اور اگر اس سے پہلے خون آچکا ہے تو پچھلی مرتبہ کے ایام حیض کے ایام ہوں گے باقی استحاضہ ہوگا۔

(شامی جلد 1 ص 285، الہدایۃ جلد 1 ص 66)

جبکہ مالکیہ کے یہاں حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سے متعلق تفصیل ہے،: چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ: حیض کی اکثر مدت غیر حاملہ کے لئے پندرہ دن ہے، چاہے اس کو پہلے مرتبہ خون آئے یا اس کی کوئی عادت مقرر ہو، البتہ جس کی کوئی عادت مقرر ہو تو اس کے لئے یہ حکم ہے کہ اگر خون جاری رہے تو اپنی اکثر عادت پر تین دن مزید احتیاط کرے گی۔ جبکہ حاملہ کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ اگر حاملہ عورت کو حمل کے تیسرے، چوتھے یا پانچویں مہینے میں حیض آئے اور خون مستقل آتا رہے تو اس کے حق میں حیض

کی زیادہ سے زیادہ مدت بیس دن ہو گی، اور اگر بیس دن کے بعد بھی خون جاری رہے تو یہ استحاضہ کا خون ہو گا، جبکہ اگر حمل کے ساتویں یا آٹھوین یا نویں مہینے میں خون آئے اور جاری رہے تو اس کے حق میں حیض کی اکثر مدت تیس دن ہو گی۔ جبکہ چھٹے مہینے میں آنے والے خون کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ اس کی بھی اکثر مدت تیس دن ہو گی یہی مفتی بہ قول ہے، جبکہ پہلے اور دوسرے مہینے کے حمل والی عورت کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی عادت کے مطابق حائضہ ہو گی اور احتیاط کرے گی، غیر حاملہ عادت والی عورت کی طرح۔

(حاشیۃ الدسوقی جلد 1 ص 168، الخرشی علی مختصر الخلیل جلد 1 ص 204، الموسوعۃ الفقہیۃ جلد 18 ص 298)

جبکہ شافعیہ اور حنبلیہ کا یہ کہنا ہے کہ حیض کی اکثر مدت پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہیں۔

(مغنی المحتاج، جلد 1 ص 109، کشاف القناع جلد 1 ص 203)

9- حیض کے جو رنگ ہیں ان میں سے کوئی رنگ ہو، اگر ان میں رنگوں میں سے کوئی رنگ نہ ہو تو یہ حیض نہیں ہو گا، حیض کے خون کے رنگوں سے متعلق فقہاء کا اختلاف

دسویں سبق میں بیان ہوچکا ہے مزید تفصیل دلائل کے ساتھ اپنے مقام پر آرہی ہے، ان شاءاللہ تعالیٰ!

10- عورت سن ایاس کو نہ پہنچ چکی ہو، چنانچہ اگر سن ایاس کو پہنچ چکی ہے اور اس کو خون آئے تو حیض نہیں کہلائے گا،اس کی مکمل تفصیل آگے آرہی ہے۔

بارھواں سبق

گدی کے احکام

گدی سے مراد:

گدی سے مراد شرمگاہ کے منہ پر رکھی جانے والی روئی یا کپڑا وغیرہ ہے جو اس مقصد کے لئے رکھا جاتا ہے کہ کپڑے وغیرہ ناپاک نہ ہوں، اسے عربی میں کرسف کہتے ہیں۔

گدی رکھنے کا ثبوت:

گدی کا رکھنا حدیث سے ثابت ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه مولاة عائشة رضي الله عنها انها قالت: كانت النساء يبعثن إلى عائشة أم المؤمنين بالدَّرَجة فيها الكُرسُفُ فيه الصُّفرة من دم الحيضة يسألنها عن الصلاة! فتقول لهن: لاتعجلن حتى ترين القصة البيضاء، تريد بذلك الطهر من الحيضة.

(رواه مالك في المؤطأ رقم الحديث 127 باب طهر الحائض)

علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ: عورتیں گدی کو کسی ڈبیا میں رکھ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ کے پاس بھیجتی تھیں جس میں زرد رنگ کا خون ہوتا تھا اور وہ اس سے نماز کے بارے پوچھتیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: جلدی مت کرو یہاں تک کہ بالکل سفید رطوبت دیکھ لو، اس سے وہ طہر مراد لیتی تھیں۔

گدی رکھنا:

باکرہ لڑکی کے لئے حیض کے دنوں میں گدی رکھنا مستحب ہے، باکرہ سے مراد وہ لڑکی ہے جس کا پردہ بکارت زائل نہ ہوا ہو، جبکہ ثیبہ یعنی جس کا پردۂ بکارت زائل ہو چکا ہو چاہے شادی شدہ ہو یا نہ ہو، اس کے لئے حیض کے زمانے میں گدی رکھنا سنت ہے جبکہ پاکی کے زمانے میں گدی رکھنا مستحب ہے، تاکہ گندگی وغیرہ نہ نکلے خاص طور پر نماز کے وقت۔

(فتاوی تاتارخانیہ جلد 1 ص 478، منہل الواردین ص 36)

گدی کہاں تک رکھی جائے:

فرج داخل یعنی اندرونی حصے میں ساری کی ساری گدی رکھنا مکروہ ہے، اس لئے کہ یہ نکاح بالید کے مشابہ ہے۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ جلد 1 ص 478، منہل الواردین ص 36)

حیض کا خون ظاہر ہونے سے پہلے شرمگاہ میں روئی وغیرہ رکھ لینا:

حیض کا خون ظاہر ہونے سے پہلے گدی یا روئی رکھ لینے کی وجہ سے جب تک خون سوراخ کے اندر رکا رہے اور گول سوراخ سے باہر والی گدی یا روئی پر خون کا دھبہ ظاہر نہ ہو اس وقت تک حیض کے شروع ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا البتہ جب خون شرمگاہ کی بیرونی کھال تک سرایت کر کے پہنچ جائے چاہے روئی میں جذب ہو کر ظاہر ہو یا روئی نکالنے سے ظاہر ہو یا روئی کے خود بخود گر جانے کی وجہ سے ہو اس وقت حیض شروع ہونے کا حکم لگے گا۔

مثال کے طور پر عصر کی نماز سے گھنٹہ پہلے کسی عورت نے گدی رکھی اور عشاء کے وقت خون کا دھبہ ظاہر ہوا تو اب عشاء کے وقت سے اس پر حائضہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا اور عشاء کی نماز اس کو معاف ہو گی، لیکن عصر اور مغرب کی نماز ادا نہ کی ہو گی تو ان دونوں

نمازوں کی قضاء اس کے ذمہ لازم ہوگی، چنانچہ اگر قضاء نہیں کرے گی تو نماز چھوڑنے کا گناہ ہوگا۔

(فتاوی تاتارخانیہ جلد 1 ص 477)

حیض کا حکم تب لگے گا جب خون دیکھے:

اسی طرح اگر کسی پاک خاتون نے رات کے وقت گدی رکھی اور جب صبح گدی اٹھائی تو اس پر خون کا اثر دیکھا تو جس وقت خون دیکھا ہے اسی وقت سے حیض کا حکم لگے گا، چنانچہ اگر رات کو نماز پڑھ کر نہیں سوئی تھی تو اس پر نماز قضاء کی ضروری ہے۔اور اسی طرح اگر حیض والی عورت نے رات کو گدی تبدیل کی اور سوگئی صبح جب اٹھی اور گدی کو اٹھایا تو سفید پایا تو اس کو رات سے ہی پاک سمجھا جائے گا اور اس پر رات کی نماز قضاء کرنا ضروری ہوگا۔

(فتاوی تاتارخانیہ جلد 1 ص 477، منہل الواردین ص 37)

گدی کو استعمال کے بعد دفن کر دینا چاہئے:

حیض کے کپڑے کو دفن کرنا بہتر ہے، ہاں البتہ اگر تھیلی وغیرہ میں پھینک دئے جائیں تو یہ بھی درست ہے۔

(فتاوی دار العلوم زکریا جلد 1 ص 691)

1-عن أم سعد امرأة زيد بن ثابت قالت: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يأمر بدفن الدم إذا احتجم. رواه الطبراني في الأوسط و فيه هياج بن بسطام و هو ضعيف.

(مجمع الزوائد جلد5 ص94)

ام سعد رضی اللہ عنہا جو کہ زید بن ثابت کی زوجہ ہیں کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا: آپ ﷺ خون کو دفن کرنے کا حکم دیتے جبکہ پچھنے لگوائے جائیں۔

اس کو طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس روایت میں ایک راوی ہیاج بن بسطام ہیں جو کہ ضعیف ہیں۔

اس روایت سے **معلوم** ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ خون کو دفن کرنے کا حکم دیتے تھے، اور ظاہر ہے کہ حیض کی گدی میں بھی خون ہی ہوتا ہے، لہٰذا حیض کے کپڑے جو کہ خون آلود ہوتے ہیں ان کو بھی دفن کرنا چاہیے۔

2-عن ابن جریج عن النبی ﷺ قال: کان یعجبه دفن الدم.

(المغني لابن قدامة جلد1 ص72، اوجز المسالک جلد16 ص255)

ابن جریج، نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کو خون کا دفن کر دینا پسند تھا۔

3-عن عائشة رضي الله عنها قالت كان صلى الله عليه وسلم يأمر بدفن سبعة أشياء من الإنسان.......المسحة.

ولعل المسحة الخرقة التي يمسح بها ما خرج من الإنسان من نحو دم.

(اوجز المسالک جلد16 ص256)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ انسان کی سات چیزوں کو دفن کرنے کا حکم دیتے تھے ان میں سے ایک پونچھنے کی چیز ہے۔

شاید اس سے مراد وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جس کے ساتھ کسی چیز کو پونچھا جائے خون وغیرہ میں سے۔

فیض القدیر شرح الجامع الصغیر میں یہی روایت مذکور ہے اور اس میں صراحت کے ساتھ "الحیضة" کا لفظ مذکور ہے۔ یعنی حیض کا کپڑا۔

دیکھئے: فیض القدیر شرح الجامع الصغیر جلد 5 ص 240)

فتاویٰ ہندیہ میں دفن کرنے کو مستحب لکھا ہے۔

يدفن أربع: الظفر والشعر وخرقة الحيض والدم كذا في فتاوى عتابية.

(الفتاوى الهنديه جلد5 ص358 كتاب الكراهية)

چار چیزوں کو دفن کیا جائے: ناخن، بال، حیض کا کپڑا اور خون۔

اس کی شاید وجہ یہ ہے کہ یہ انسانی جسم سے نکلی ہوئی چیزیں ہیں اور انسانی اعضاء ہیں۔

تیرھواں سبق

حیض کس عمر سے شروع ہو سکتا ہے؟

عموماً بچیوں میں حیض کی ابتدا بارہ سال کی عمر کے بعد ہوتی ہے، لیکن کبھی کبھار اس سے پہلے یا اس کے بعد بھی ہو سکتی ہے اور اس میں آب و ہوا، موسم، گرم و سرد علاقوں کا اثر بھی ہوتا ہے، اسی وجہ سے بعض علاقوں میں بارہ سال سے پہلے بھی حیض آنا شروع ہو جاتا ہے، چنانچہ شریعت میں کم از کم کس عمر سے حیض شروع ہو سکتا ہے؟ اس بات پر اجماع ہے کہ پانچ سال یا اس سے کم عمر کی لڑکی اگر خون دیکھے تو یہ حیض نہیں ہو گا۔

(فتاویٰ تاتارخانیہ جلد 1 ص 472)

البتہ اس سے زیادہ عمر کی لڑکی کے بارے میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے چنانچہ ہم پہلے اختلاف کو بیان کرتے ہیں اس کے بعد دلائل کو بیان کریں گے۔

1-کم از کم کس عمر سے حیض شروع ہو سکتا ہے، اس کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ مالکیہ میں سے ابن رشد اور حنبلیہ میں سے ابن تیمیہ رحمہا اللہ کا مختار قول ہے۔

(مقدمات ابن رشد جلد 1 ص 130، مجموع الفتاویٰ جلد 19 ص 237)

2-چھ سال کی عمر والی لڑکی کو حیض آسکتا ہے، یہ حنفیہ میں سے ابو النصر محمد بن سلام کا قول ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 149)

3-احناف میں سے بعض حضرات کا قول یہ ہے کہ سات سال کی عمر میں حیض آسکتا ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 149)

4-بارہ سال کی عمر میں حیض آسکتا ہے۔ یہ احناف میں سے بعض کی رائے ہے، اور امام احمد بن حنبل سے ایک روایت ہے، اور حنبلیہ میں سے ابو یعلیٰ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔

(فتاوی تاتار خانیہ جلد 1 ص 472، شرح فتح القدیر جلد 1 ص 163،الانصاف جلد 1 ص 355)

5-ایک قول یہ بھی ہے کہ حیض کا خون اس وقت قرار دیا جائے گا جبکہ پستان ابھر آئے ہوں، زیر ناف بال آچکے ہوں، اور بغل وغیرہ کے بال اگ چکے ہوں، یعنی بلوغ کے مقدمات وعلامات ظاہر ہونے کے بعد خون آئے تو اس پر حیض کا حکم لگایا جائے گا۔ لیکن اس قول میں عمر کی تعیین نہیں کی گئی ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 297)

6-جمہور کے نزدیک حیض کی کم از کم مدت نو سال ہے، چنانچہ اس سے پہلے اگر خون آئے تو یہ حیض نہیں ہوگا بلکہ استحاضہ ہوگا۔یہی مسلک حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک معتبر ہے اور یہی راجح ہے۔

(بدائع الصنائع جلد 1 ص 41، حاشیۃ الدسوقی جلد 1 ص 168، المجموع شرح المہذب جلد 2 ص 400، کشاف القناع جلد 1 ص 202)

1-پہلی رائے (حیض کی کم از کم عمر کی کوئی حد نہیں) پر دلائل:

1-کتاب وسنت سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو کسی عمر کی تعیین پر دلالت کرے، لہٰذا جب ایسا خون پایا جائے جو رنگ بو وغیرہ کے حساب سے حیض کا خون بن سکتا ہو تو اس کو حیض کا خون سمجھیں گے اور اس پر حیض کا حکم لگادیا جائے گا۔

2-قرآن کریم میں ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوأَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ.

(البقرہ آیة:222)

اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حکم کو خون کے پائے جانے کے ساتھ معلق کیا ہے، اور اسے گندگی سے تعبیر کیا ہے، یعنی جب گندگی کا خون پایا جائے گا تو حیض کا حکم لگ جائے گا اور اس کی قرآن کریم نے ظاہر ہے کہ کوئی حد بیان نہیں فرمائی ہے کہ کس عمر میں آسکتا ہے، بلکہ کسی بھی عمر میں آسکتا ہے۔

چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

حیض کم از کم کس عمر سے شروع ہو سکتا ہے اور زیادہ سے زیادہ کس عمر میں ختم ہو سکتا ہے، اس کی کوئی حد نہیں ہے، لہٰذا جب بھی کوئی لڑکی خون دیکھے گی تو وہ حائضہ ہو گی، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے حیض کے احکام کو اس کے پائے جانے پر معلق کیا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے معین عمر مقرر نہیں فرمائی ہے، لہٰذا اس صورت میں جس چیز پر احکام کو معلق کیا گیا ہے اس کے پائے جانے پر رجوع ضروری ہو گا، اور اس کے لئے کوئی عمر مقرر کرنا کتاب وسنت سے دلیل کا محتاج ہے جبکہ اس سلسلے میں کتاب وسنت سے کوئی دلیل نہیں ملتی۔

(مجموع الفتاویٰ جلد 19 ص 237)

جبکہ یہ رائے مرجوح ہے اس پر جمہور نے اعتماد نہیں کیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ: کتاب وسنت میں اتنا اشارہ تو ملتا ہے کہ: سات سال کی عمر تک حیض نہیں آسکتا، اس لئے کہ حدیث میں ہے کہ:

عن عبداللہ بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مُرُوا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عَشْر، وفرقوا بينهم في المضاجع.

(رواه أبو داودأبو داود، رقم الحديث 495، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، اور اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) دس سال کی عمر میں ان کو مارو اور ان کے بستر الگ کر دو۔

اس حدیث سے یہ بات بخوبی معلوم ہو جاتی ہے کہ سات سال کی عمر تک حیض نہیں آسکتا، اس لئے کہ سات سال کی عمر میں تو اولیاء کو یہ کہا گیا ہے کہ بچوں کو ترغیب دو، اگر بلوغ ثابت ہو سکتا ہوتا تو ترغیب کے انداز سے بات نہ کی جاتی، بلکہ وجوب کے طریقے سے بات کی جاتی، اس کے علاوہ حدیث میں اشارہ ضرور ملتا ہے کہ بچی کم از کم نو سال کی عمر میں بالغ ہو سکتی ہے، جیسا کہ جمہور کے مسلک کے دلائل میں آرہا ہے۔

دوسری رائے کہ چھ سال کی عمر کو حیض آنا ممکن ہے، اس پر کوئی کتاب وسنت سے دلیل میری نظر سے نہیں گزری۔

3- تیسری رائے (سات سال کی عمر والی لڑکی کو حیض آسکتا ہے) پر دلیل:

1-عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما: أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مُرُوا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها وهم أبناء عَشْر، وفرقوا بينهم في المضاجع.

(رواه أبو داودأبو داود، رقم الحديث 495، كتاب الصلاة، باب متى يؤمر الغلام بالصلاة)

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ : نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: سات سال کی عمر میں اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو، اور اس پر (یعنی نماز نہ پڑھنے پر) دس سال کی عمر میں ان کو مارو اور ان کے بستر الگ الگ کردو۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ :امر میں اصل چیز وجوب ہے یعنی جب حکم دیا جائے تو اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ کام کرنا لازم ہے، چنانچہ اس حدیث میں بھی حکم دیا گیا ہے اور حکم ظاہر ہے کہ مکلف کو دیا جاتا ہے، یعنی اس کو دیا جاتا ہے جو پابند بن سکتا ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ سات سال کی عمر والے بچہ بچی بھی پابند بن سکتے ہیں، اور پابند تبھی بن سکتے ہیں جبکہ بالغ ہوں، اور بالغ کا مطلب یہ ہے کہ حیض آتا

ہو، یا کوئی اور علامت ظاہر ہو چکی ہو، لہٰذا معلوم ہوا کہ سات سال کی عمر میں حیض آ سکتا ہے۔

لیکن یہ استدلال بھی انتہائی کمزور ہے، اس لئے کہ حدیث پاک میں تو اولیاء کو حکم دیا گیا ہے بچوں کو تو حکم نہیں دیا گیا، چنانچہ اگر بچوں کو حکم دیا جاتا براہِ راست تو پھر تو یہ حد بن جاتی کہ سات سال کی عمر کا بچہ پابند ہے اور بالغ بن سکتا ہے، جبکہ یہاں تو ایسا نہیں ہے بلکہ یہاں تو خطاب ذمہ داروں کو ہے، نہ کہ بچوں کو، اور یہ خطاب اس لئے ہے تاکہ بچے نماز وغیرہ کے عادی بن جائیں۔

4-چوتھی رائے (بارہ سال کی عمر میں حیض آ سکتا ہے) پر دلیل:

عن أبي أمامة عن النبي –صلى الله عليه وعلى آله وسلم –قال: إن ذراري المسلمين يوم القيامة تحت العرش شافع مشفع، ما لم يبلغوا اثنتي عشرة و من بلغ ثلاث عشرة سنة فعليه وله.

(قال: احمد محمد شاكر في شرح مسند احمد، ،اسناده حسن. جلد8 ص278/277)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمانوں کے بچے قیامت کے دن عرش کے نیچے شفاعت کرنے والے ہوں گے اور ان کی شفاعت قبول کی جائے گی، جو بارہ سال تک کے نہ ہوں، اور جو تیرہ سال کے ہوں تو وہ اپنے گناہوں کے خود جواب ہوں گے، اور نیکیوں کا ثواب وصول کرنے والے ہوں گے۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ: جب تک بچہ /بچی نابالغ ہونگے اور فوت ہوگئے تو وہ سفارش کرنے والے ہونگے اور اس کی حد یہ بیان کی گئی ہے کہ بارہ سال تک کے نہ ہوں، چنانچہ اس سے معلوم ہوا کہ بارہ سال کی عمر میں بچہ/بچی بالغ ہو جاتے ہیں اور بالغ ہونے سے مراد حیض آجانا ہے۔ معلوم ہوا کہ بارہ سال کی عمر میں حیض آجاتا ہے۔

یہ استدلال بھی کمزوری سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ ایک تو تحدید نہیں ہے اس میں کہ بارہ سال کی عمر سے پہلے بلوغ نہیں ہو سکتا، اور دوسرا یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لڑکی جب نو سال کی ہو جائے تو وہ عورت ہے، اور دوسری روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نو سال کی عمر

میں دخول فرمایا تھا، اور ظاہر ہے کہ دخول تبھی ہو سکتا ہے جبکہ حیض آچکا ہو۔ یہ روایات جمہور کے دلائل میں تفصیل کے ساتھ آ رہی ہیں۔

6- چھٹی رائے (نو سال کی عمر سے حیض شروع ہو سکتا ہے) پر دلائل:

1- قرآن کریم میں عدت کے احکام میں ارشاد گرامی ہے:

{ واللائي لم يحضن }

(سورۃ الطلاق آیت 4)

اور ان عورتوں کی (عدت) بھی (یہی ہے) جنہیں ابھی ماہواری آئی ہی نہیں۔

اس آیت سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ بچیوں کی عمر کا ایک حصہ وہ ہے جس میں ان کو حیض نہیں آتا۔

چنانچہ اگر غور کیا جائے تو یہ عمر کم از کم نو سال ہونی چاہئے، اس لئے کہ حیض کے خون کی تخلیق کا مقصد حمل کی پرورش ہے جبکہ نو سال سے کم عمر کی لڑکی بچے کو تو کیا اپنے آپ کو بھی نہیں سنبھال پاتی، چنانچہ جب کم عمر لڑکی میں حمل کی صلاحیت نہیں پائی جاتی تو اس میں حیض کا پایا جانا بھی ناممکن ہے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 447 بالتغیر)

2-حدیث پاک میں ہے:

عن عائشة أنها قالت : إذا بلغت الجارية تسع سنين فهي امرأة.

رواه الترمذي تعليقا باب ماجاء في إكراه اليتيمة على التزويج)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ: جب لڑکی نو سال کی عمر کی ہو جائے تو وہ عورت ہے۔

اس کے علاوہ بخاری و مسلم کی روایت سے اشارہ ملتا ہے کہ نو سال کی عمر میں بلوغت ہو سکتی ہے، چنانچہ حدیث میں ہے:

عن عائشة رضي الله عنها: أن النبي صلى الله عليه وسلم تزوجها، وهي بنت ست سنين، وأدخلت عليه وهي بنت تسع، ومكثت عنده تسعا.

(صحيح البخاري رقم الحديث 5133، و صحيح مسلم رقم الحديث1422)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان سے چھ سال کی عمر میں نکاح فرمایا اور نو سال کی عمر میں دخول فرمایا، اور وہ آپ ﷺ کے پاس نو سال رہیں۔

ان دونوں روایات سے نو سال کی عمر میں حیض آنا ثابت ہو رہا ہے، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ حیض آنے کے بعد ہی دخول ہو سکتا ہے۔

3-نو سال سے کم عمر کی لڑکی کو حیض آنا ثابت نہیں ہے، اس لئے کہ عموماً جو لڑکیوں کو حیض آتا ہے وہ کم از کم نو سال کی عمر سے ہی آتا ہے اس سے پہلے نہیں آتا۔ چنانچہ کتاب الام میں امام شافعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ:

جن عورتوں کے متعلق میں نے سنا ہے کہ انہیں بہت جلد حیض آتا ہے وہ تہامہ کی عورتیں ہیں، چنانچہ میں نے ان میں ایک اکیس سالہ نانی دیکھی ہے۔

(الاُم للشافعی جلد 1 ص 388)

اور المبسوط للسرخسی میں ہے:

ابو مطیع البلخی کی بیٹی انیس سال کی عمر میں نانی بن گئی تھی۔

(المبسوط جلد 3 ص 149)

اس کی صورت یہ ہو گی کہ ابو مطیع نے اپنی بیٹی کی شادی اس کی نو سال کی عمر میں کی ہو گی، اور اس نے حمل کی از کم مدت چھ ماہ میں بچی جنی ہو گی، اور پھر اس کی بیٹی کی نو سال کی عمر میں شادی ہو گئی ہو گی، اور اس نے حمل کی کم از کم مدت چھ ماہ میں بچہ جنا ہو گا، اس طرح وہ انیس سال کی عمر میں نانی بن گئی ہو گی۔

چنانچہ یہی بات سابقہ اور حالیہ تجربات میں ملتی ہے کہ لڑکیاں کم از کم نو قمری سال کی عمر میں بالغ ہوتی ہیں، ہاں اگر کوئی اکا دکا واقعہ جنسی بے راہ روی کی وجہ سے اس کے بر خلاف ہو جائے تو اس سے قانون پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

نو سال کی تحدید مراد ہے یا تقریب؟

اس میں فقہاء کرام کا اختلاف ہے کہ نو سال سے مکمل طور پر پورے نو سال مراد ہیں یا نواں سال کچھ کمی بیشی کے ساتھ، چنانچہ جمہور کے نزدیک تحدید مراد ہے کہ پورے نو سال بغیر کمی کے پورے ہونے چاہئیں اس کے بعد حیض کا حکم لگے گا، چنانچہ حنفیہ کے اور حنبلیہ وغیرہ کے ہاں یہی معتبر ہے۔ البتہ شافعیہ کا کہنا یہ ہے کہ نو سال سے تقریب

مراد ہے یعنی نو سال سے کچھ کمی ہو تو تب بھی حیض کا حکم لگ سکتا ہے، چنانچہ اس کی تشریح میں ان کے یہاں کچھ مزید اختلاف ہے اور اس میں بنیادی اقوال تین ہیں:

(1)نویں سال کی ابتداء مراد ہے۔

(2)نویں سال کا وسط مراد ہے۔

(3)نویں سال کا آخر مراد ہے۔

یہی آخری قول معتبر ہے اور اس کی تشریح میں متعدد اقوال ہیں:

1-بعض کا یہ کہنا ہے کہ ایک دو دن کی کمی سے کوئی فرق نہیں پڑے گا، جیسا کہ صاحب الحاوی نے کہا ہے۔

(المجموع شرح المہذب جلد2ص401)

2-جبکہ دارمی نے کہا ہے کہ ایک دو ماہ کی کمی سے کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

(احکام المتحیرۃ فی الحیض للدارمی ص17)

3- متولی اور رافعی کا کہنا ہے کہ اگر نو سال سال پورے ہونے میں اتنی کمی ہو کہ اس میں حیض و طہر کی گنجائش نہ ہو تو اس کمی کو نظر انداز کر دیا جائے گا، ورنہ نظر انداز نہیں کیا جائے گا، پہلی صورت میں نظر آنے والا خون حیض ہو گا، دوسری صورت میں نظر آنے والا خون حیض نہیں ہو گا، یعنی اگر نو سال پورے ہونے میں سولہ دن رات سے کم باقی ہو اور وہ خون دیکھے تو وہ حیض ہو گا لیکن اگر نو سال پورے ہونے میں سولہ دن رات یا اس سے زیادہ باقی ہو اور وہ خون دیکھے تو وہ حیض نہ ہو گا۔

المجموع شرح المہذب جلد 2 ص 402، الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 297)

نو سال سے قمری نو سال مراد ہیں:

اسلامی احکام میں جہاں مہینوں یا سالوں کا تذکرہ آئے تو وہاں قمری مہینے اور سال مراد ہوتے ہیں اس لئے کہ قرآن کریم نے انہیں مہینوں کا اعتبار کیا ہے اور نبی کریم ﷺ نے انہیں مہینوں کو معتبر قرار دیا ہے اور انہیں پر حج، روزہ، عیدین، عدت اور دیگر احکام کا دار و مدار رکھا ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے:

يسئلونك عن الأهلة قل هي مواقيت للناس والحج.

(سورة البقرة، آیت:189)

لوگ آپ سے نئے مہینوں کے چاند کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ انہیں بتادیجئے کہ یہ لوگوں کے (مختلف معاملات کے) اور حج کے اوقات معین کرنے کے لئے ہیں۔

اسی طرح دوسری جگہ ارشاد گرامی ہے:

إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله يوم خلق السموات والأرض منها أربعة حرم.

(سوة التوبة آیت:36)

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مہینوں کی تعداد بارہ مہینے ہے، جو اللہ کی کتاب (یعنی لوح محفوظ) کے مطابق اس دن سے نافذ چلی آتی ہے جس دن اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا، ان (بارہ مہینوں) میں سے چار حرمت والے مہینے ہیں۔

(حرمت والے مہینوں سے مراد ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب ہیں۔)

عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم:

إذا رئيتم الهلال فصوموا، وإذا رئيتموه فأفطروا، فإن غم عليكم فصوموا ثلاثين يوما.

(رواه البخاري رقم الحديث:1909)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم پہلی کا چاند دیکھو تو روزہ رکھو اور جب اسے دیکھو تو روزہ رکھنا چھوڑ دو لیکن اگر تمہارے پر مشتبہ ہو جائے تو تیس دن روزے رکھو۔

ان آیات اور حدیث کو پڑھ کر بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام میں معتبر یہی قمری مہینے ہیں۔

چودھواں سبق

حیض کس عمر میں بند ہو جاتا ہے؟

خواتین کی عمر کا ایک حصہ وہ ہوتا ہے جس میں ان کو حیض آنا بالکل بند ہو جاتا ہے اور انہیں حمل کے ٹھیرنے کی کوئی امید نہیں رہتی چنانچہ اسے سن یأس، یا سن اِیاس کہتے ہیں اور عورت کو یائسہ یا آئسہ کہتے ہیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد گرامی ہے:

واللائي يئسن من المحيض من نسائكم.

(سورة الطلاق آیت:4)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری سے مایوس ہو چکی ہوں۔

اس آیت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خواتین کی عمر کا ایک حصہ وہ ہوتا ہے جس میں ان کو حیض آنا بالکل بند ہو جاتا ہے۔

جس عورت کو حیض آتا ہو اور وہ شادی شدہ ہو اور حمل والی نہ ہو اور اسے خدانخواستہ طلاق ہو جائے تو اس کی عدت حنفیہ کے نزدیک حیض کے ذریعے شمار کی جاتی ہے جبکہ شافعیہ کے نزدیک حیض سے پہلے یا اس کے بعد جو پاکی کا زمانہ ہوتا ہے اس کے ذریعے شمار کی جاتی ہے، اور آئسہ کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنی عدت مہینوں کے ذریعے شمار کرے گی ،اب جبکہ عورت بوڑھی ہو چکی ہے اور اس کا حیض آنا بند ہو چکا ہے اور اس دوران اسے طلاق ہو جائے تو کس عمر سے وہ اپنی عدت حیض کی بجائے مہینوں سے شمار کرے گی اور اس پر آئسہ والے احکامات لاگو ہوں گے۔

اس میں فقہاء امت کے متعدد اقوال ہیں جنہیں ہم یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔

البتہ اس سلسلے میں اطباء کا یہ خیال ہے کہ : عموماً عورت پینتالیس سے پچپن سال کی عمر کے درمیان جب ہوتی ہے تو اس کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے، اور کبھی کبھار پینتالیس سال سے پہلے بھی حیض آنا بند ہو جاتا اور کبھی کبھار پچپن سال کے بعد بھی جا کر بند ہوتا ہے لیکن یہ بہت ہی کم ہوتا ہے۔

(الحیض والنفاس والحمل، دکتور عمر الاشقر، ص50)

فقہاء کے اقوال:

حنفیہ کی آراء:

حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ عورت آئسہ اس وقت بنے گی جبکہ اس میں دو شرطیں پائی جائیں:

(1) پچاس یا پچپن سال کی عمر کی ہو جائے، مفتی بہ قول پچپن سال والا ہے۔

(2) خون آنا بند ہو جائے۔

چنانچہ اگر عورت پچپن سال کی ہو گئی اور خون آنا بند نہیں ہوا تو یہ عورت آئسہ نہیں ہو گی، علامہ شامی رحمہ اللہ نے یہی کہا ہے۔

چنانچہ اگر پچپن سال کی نہیں ہوئی اور اس کو خون آنا بند ہو گیا ہے تب بھی جب تک پچپن سال کی عمر کی نہیں ہو گی تب تک آئسہ کا حکم نہیں لگے گا اس پر، اس لئے کہ طہر لمبا بھی ہو سکتا ہے، اور لمبے ہونے کی مدت کے لحاظ سے کوئی حد نہیں ہے، چنانچہ اگر

کسی خاتون کو اس دوران عدت شمار کرنی پڑ جائے تو وہ حیض کے ذریعے اپنی عدت شمار کرے گی۔

(الفقہ الحنفی فی ثوبہ الجدید جلد 1 ص 111)

پہلی شرط سے متعلق فقہاء احناف کے متعدد اقوال ہیں جن کو ہم یہاں تفصیل سے بیان کرتے ہیں:

1- حنفیہ میں سے بعض کا مختار قول یہ ہے کہ پچاس سال کی عمر میں عورت آئسہ بنے گی، صاحب البحر الرائق کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں فتوی اسی قول پر ہے۔

(البحر الرائق جلد 1 ص 332)

2- پچپن سال پر حیض ختم ہو جاتا ہے۔ احناف میں سے اکثر کی یہی رائے ہے اور احناف کے یہاں اسی قول پر فتوی ہے، علامہ عینی کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اسی قول پر فتویٰ ہے اور اسی کو اعدل الاقوال کہا گیا ہے۔

(البنایۃ للعینی جلد 1 ص622، مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی ص139، فتاویٰ تاتارخانیہ جلد1 ص473، فتاوی عالمگیری جلد1 ص36، شامی جلد1 ص303، منہل الواردین ص34)

3-ساٹھ سال کی عمر کے بعد آئسہ کا حکم لگے گا، صاحب البحر الرائق نے اکثر مشائخ حنفیہ سے نقل کیا ہے۔اور امام محمد رحمہ اللہ سے بطور نص مروی ہے۔

(البحر الرائق جلد1 ص336، فتاوی تاتارخانیہ جلد1 ص473)

4-رومی عورتوں میں پچپن سال جبکہ دوسری عورتوں میں ساٹھ سال کے بعد سن ایاس کا حکم لگے گا۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے۔

(شامی جلد1 ص304)

5-عمر کے لحاظ سے آئسہ بننے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔ یہ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے۔

(شامی جلد1 ص303)

مالکیہ کی آراء:

1- پچاس سال کے بعد حیض نہیں آتا، یہ مالکیہ میں سے ابن شعبان کا مختار قول ہے۔

(مواہب الجلیل جلد 1 ص 367)

2- ستر سال کے بعد حیض نہیں آسکتا، یہ مالکیہ میں سے ابن شاش کا مختار قول ہے۔

(مواہب الجلیل جلد 1 ص 325)

3- عمر کے لحاظ سے آئسہ بننے کی کوئی حد مقرر نہیں ہے مالکیہ میں سے ابن رشد نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

(مقدمات ابن رشد جلد 1 ص 130)

مالکیہ کے تمام اقوال کا خلاصہ عدوی نے اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کیا ہے کہ ستر سال کی عورت کا خون حیض نہیں ہوگا، پچاس سال کی عورت دوسری عورتوں سے دریافت کرے گی، چنانچہ اگر ان کو یقین ہو کہ یہ حیض ہے یا ان کو شک ہو تو (دونوں صورتوں میں) حیض ہوگا ورنہ نہیں، مراہقہ (قریب البلوغ) اور اس کے بعد پچاس

سال تک جب بھی خون آئے گا تو وہ حیض کا خون ہو گا دوسری عورتوں سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے،اس سلسلے میں اصل عرف وعادت کا اعتبار ہو گا۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 298)

شافعیہ کی آراء:

1-ساٹھ سال بعد حیض نہیں آتا، شافعیہ میں سے محاملی نے اس قول کو اختیار کیا ہے۔

(نہایۃ المحتاج جلد 1 ص 325)

2-باسٹھ سال کے بعد حیض نہیں آتا۔ یہ شافعیہ میں سے بعض کی رائے ہے، لیکن رملی رحمہ اللہ تحریر کرتے ہیں کہ عدم تحدید اور باسٹھ سال کی عمر والے قول کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے،اس لئے کہ یہ اکثر کے اعتبار سے ہے، یہاں تک کہ اس سے کم کا اعتبار نہیں ہو گا۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 297)

3- حیض کے ختم ہونے کے لئے عمر کی کوئی حد نہیں ہے، شافعیہ میں سے ماوردی نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

(الحاوی جلد 1 ص 388)

حنبلیہ کی آراء:

1- پچاس سال کے بعد حیض نہیں آتا۔ یہ حنبلیہ کا مشہور مذہب ہے۔

(کشاف القناع جلد 1 ص 202)

2- ساٹھ سال بعد حیض نہیں آتا، یہ امام احمد رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے۔

(المغنی جلد 1 ص 445)

3- عجمی عورتوں میں حیض پچاس سال تک ہوتا ہے جبکہ عربی عورتوں میں ساٹھ سال تک اس لئے کہ وہ زیادہ مضبوط ہوتی ہیں، یہ امام احمد رحمہ اللہ سے ایک دوسری روایت ہے۔

(المغنی جلد 1 ص 446)

4- حیض کے ختم ہونے کے لئے عمر کی کوئی حد نہیں ہے۔ یہ حنبلیہ میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ہے۔

(مجموع الفتاویٰ جلد19 ص240)

1-(پچاس سال بعد حیض نہیں آتا) پر دلائل:

عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: إذا بلغت المرأة خمسين سنة خرجت من حد الحيض.

(المغنى جلد1 ص436)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب عورت پچاس سال کی ہو جائے تو وہ حیض کی حد سے نکل جاتی ہے۔

عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت: لن ترى المرأة في بطنها ولدا بعد الخمسين.

(المغنى جلد1 ص436)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: عورت پچاس سال بعد بالکل حاملہ نہیں ہوتی۔

عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه أنه قال: ابنة خمسين عجوز في الغابرين.

(ابن عساکر جلد16 ص213)

حضرت عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا: پچاس سال کی عورت بوڑھی ہے پیچھے رہ جانے والیوں میں سے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اولاً تو ان روایات کا ثبوت نہیں ملتا، چنانچہ اگر ثابت ہو بھی جائیں تو یہ اکثر عورتوں کے حوالے سے ہوگا یا یہ کہ ان عورتوں کے حوالے سے ہوگا جن سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی ملاقات ہوئی لیکن یہ ہر عورت کے لئے نہیں سمجھا جائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ اس سے عمومی تجربہ مراد ہے ہر عورت مراد نہیں ہے۔

2-دیگر آراء (جن میں عمر کی ایک حد مقرر ہے) پر دلیل:

اس پر صریح دلیل تو کوئی نہیں ہے بس تجربے کی بات ہے بعض کے ہاں پچاس سال تک عورت کو حیض آنا بند ہو جاتا ہے، جبکہ بعض کے ہاں ساٹھ سال کی عمر میں اور بعض کے ہاں اس سے کم و بیش، البتہ بعض حضرات نے آیت کریمہ سے استدلال کی کوشش کی ہے:

واللائي يئسن من المحيض من نسائكم.

(سورۃ الطلاق آیت:4)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری سے مایوس ہو چکی ہوں۔

اس آیت کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عمر ایسی آتی ہے عورتوں کی جس میں ان کو خون آنا بالکل بند ہو جاتا ہے۔

تاہم ظاہر ہے کہ اس آیت کریمہ میں عمر کی کوئی تحدید نہیں بیان کی گئی ہے۔ البتہ علامہ عینی رحمہ اللہ نے البنایہ میں لکھا ہے کہ: پچپن سال والا قول حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، سفیان ثوری، ابن مبارک، محمد بن مقاتل رحمہ اللہ سے مروی ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ جلد 1 ص 622)

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف پچپن سال والے قول کی نسبت محل نظر ہے اس لئے کہ پیچھے جو روایات گزری ہیں ان میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول پچاس سال کا ہے۔

3-جن حضرات کے ہاں سن ایاس کی کوئی عمر مقرر نہیں ہے،ان کے دلائل:

1-قرآن کریم میں ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوأَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِي الْمَحِيْضِ.

(البقرہ آیۃ:222)

اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں،آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حیض کو گندگی سے تعبیر کیا ہے جو کہ اگلی شرمگاہ کے راستے سے نکلے،چنانچہ جب یہ گندگی پائی جائے گی تو اس کا حکم پایا جائے گا،لہٰذا یہ کہنا کہ پچاس سال یا ساٹھ سال وغیرہ پورے ہونے سے مہینہ پہلے آنے والا خون حیض ہے اور

ایک مہینے بعد جب خون آئے تو حیض نہیں ہوگا، کیسے درست ہو سکتا ہے؟ جبکہ خون بھی وہی ہو، رنگ بھی وہی ہو، بو بھی وہی ہو!

وضاحت:

حنفیہ کا مسلک یہی ہے کہ پچپن سال کی عمر کے بعد بھی جب خون اپنے اوصاف کے ساتھ آرہا ہو تو حیض ہی کہلائے گا۔ جیسا کہ حنفیہ کے مسلک کی وضاحت کے بیان میں گزرا ہے۔

2-اسی طرح دوسری آیت کریمہ میں ہے:

واللائي يئسن من المحيض من نسائكم.

(سورة الطلاق آيت:4)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو ماہواری سے مایوس ہو چکی ہوں۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حیض کے ختم ہونے کو یاس (مایوسی) کے ساتھ معلق کیا ہے نہ کہ کسی مقرر عمر تک پہنچ جانے کے ساتھ، لہٰذا جب تک خون اپنے اوصاف رنگ و بو وغیرہ کے ساتھ جاری رہے گا تو محض پچاس یا ساٹھ سال تک پہنچنے سے یہ حکم

نہیں لگایا جائے گا کہ اب یہ عورت آئسہ ہے۔ چنانچہ اگر ایسا ہوتا تو قرآن کریم میں مذکورہ تعبیر نہ ہوتی بلکہ پچاس ساٹھ سال کی عمر کی وضاحت ہوتی، جو کہ نہیں ہے۔

3-عن عائشة رضي الله عنها قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! إني امرأة استحاض فلا أطهر، أ فأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا، إنما ذلك عرق، وليس بحيض، فإذا أقبلت حيضتك فدعي الصلاة، وإذا أدبرت فاغسلي عنك الدم ثم صلي، قال هشام وقال أبي:ثم توضئي لكل صلاة حتى يجيء ذلك الوقت.

(رواه البخاري، رقم الحديث 228)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ہمیشہ حیض کا خون آتا رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں یہ تو ایک رگ ہے، حیض نہیں ہے، لہٰذا جب حیض کا خون ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو، اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون کو دھو لیا کرو پھر نماز پڑھا کرو، (راوی ہشام بن عروہ) کہتے ہیں کہ میرے والد نے (یہ الفاظ روایت کرتے ہوئے)

کہے: پھر وضو کرلیا کرو ہر نماز کے لئے جب تک کہ وہ وقت (یعنی حیض کا زمانہ) آجائے۔

اس روایت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حیض کے احکام حیض کے آنے پر معلق فرمائے ہیں، جیسا کہ طہارت کے احکام حیض کے ختم ہونے پر معلق فرمائے ہیں، یعنی عورت حائضہ تب بنے گی جبکہ حیض کا خون آئے گا اور اسی طرح حیض سے پاک تب ہو گی جبکہ حیض کا خون ختم ہو جائے گا، اور اس کی عمر نبی کریم ﷺ نے بیان نہیں فرمائی کہ فلاں عمر میں حیض ختم ہو جاتا ہے، مطلب یہ ہے کہ جس عمر میں بھی حیض آجائے تو نماز چھوڑ دو اور جس عمر میں حیض ختم ہو جائے تو پاک ہو اور نماز پڑھنا شروع کردو۔

آئسہ بن جانے کے بعد خون آنا شروع ہو جائے تو کیا حیض میں شمار ہو گا؟

اگر بڑی عمر کی عورت کو حیض کا خون بند ہو جائے اور بڑھاپے میں پھر دوبارہ خون آنا شروع ہو جائے تو کیا اس پر حیض کا حکم لگے گا یا نہیں؟ اور اس خون کا کیا حکم ہو گا؟! اس میں فقہاء کا اختلاف ہے!

حنفیہ کی رائے:

فقہاءاحناف نے سن ایاس کی عمر کے لحاظ سے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ جب بھی اتنی عمر ہو جائے کہ اس عمر کو پہنچنے کے بعد حیض آنا بند ہو جاتا ہے تو جب اس عمر کو پہنچ جائے اور حیض آنا بند ہو جائے تو اس کے آئسہ ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا، اگر اس عمر کو پہنچے بغیر خون بند ہو جائے، یا اس عمر کو پہنچ جائے لیکن خون بدستور عادت کے مطابق آئے تو ان دونوں صورتوں میں آئسہ نہیں کہلائے گی، اس لئے کہ اس وقت ظاہر ہو جائے گا کہ یہی عادت ہے اور عادت کے لوٹ آنے سے آئسہ ہونے کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔ کما مر!

بعض فقہاء نے اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ بہت زیادہ بہتا ہوا خون نکلے، لیکن اگر وہ معمولی تری وغیرہ دیکھے تو یہ حیض نہیں ہو گا، ساتھ ساتھ انہوں نے یہ قید بھی لگائی ہے کہ وہ سرخ یا سیاہ ہو، اگر زرد یا ہرا یا مٹیالا ہو تو حیض نہیں ہو گا، البتہ بعض فقہاء نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر سن ایاس سے پہلے جما ہوا خون دیکھنے کی عادت ہو اور ایسا ہی خون دیکھے تو یہ حیض ہو گا، علامہ شامی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے

کہ مذکورہ مدت کے بعد عورت اگر خالص خون دیکھے تو یہ حیض ہوگا، لیکن اگر خالص خون نہ دیکھے بلکہ جیسا خون دیکھنے کی عادت ہو ویسا خون دیکھے تو بھی حیض ہوگا۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 297)

مالکیہ کی آراء:

امام مالک رحمہ اللہ سے اس بارے میں دو روایات منقول ہیں:

1- نماز روزہ چھوڑ دے گی جبکہ بہت زیادہ خون دیکھے تو ضروری ہے کہ یہ بھی اسی میں سے ہو جو نماز کے صحیح ہونے کے لئے مانع ہے، جب خون بند ہو جائے تو غسل کر لے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے۔

2- نماز روزہ نہ چھوڑے، اس وجہ سے کہ اس جیسی دوسری خواتین کو اس قسم کا خون عموماً نہیں آتا، لہٰذا یہ نماز اور روزے کے درست ہونے سے مانع نہیں بنے گا، جیسے چھوٹی بچی کو آنے والا خون مانع نہیں بنتا، اور خون بند ہونے پر اس کے لئے غسل کرنا واجب نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ خون نماز کے درست ہونے سے مانع نہیں ہے، لہٰذا استحاضہ کے خون کی طرح اس سے بھی غسل واجب نہیں ہوگا، ہاں جب اس کا معاملہ

مشکل ہو جائے اور اس کو پتہ نہ چلے کہ سن ایاس میں داخل ہوئی ہے یا نہیں! پھر ویسا حیض کا خون دیکھے جیسے اس سے پہلے دیکھا کرتی تھی تو اس کی وجہ سے نماز چھوڑ دے گی، اور اس کا حکم حیض والی عورت کے حکم جیسا ہو گا۔

(الذخیرۃ للقرافی جلد 1 ص 384، المنتقی للباجی جلد 1 ص 125)

3-مالکیہ میں سے ابن رشد کی رائے یہ ہے کہ اگر بوڑھی عورت جسے حیض کا آنا ناممکن ہو اور حیض آجائے تو یہ بیماری اور فساد کا خون ہو گا۔

(المقدمات لابن رشد جلد 1 ص 30)

حنبلیہ کی آراء:

حنبلیہ کی اس سلسلے میں تین آراء ہیں:

1-امام احمد رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ اگر بڑی عمر کی عورت خون دیکھے تو یہ حیض نہیں ہو گا بلکہ کسی زخم کی طرح ہو گا، اگر غسل کر لے تو اچھا ہے۔

(المغنی جلد 1 ص 447)

2-حنبلیہ میں سے ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ جب خون آنا بند ہو جائے اور عورت خون کے آنے سے مایوس ہو جائے تو یہ آئسہ ہو جائے گی اگرچہ چالیس سال کی عمر کی ہو، جب اس عورت نے انتظار کیا اور خون واپس آگیا تو واضح ہو گیا کہ آئسہ نہیں ہوئی تھی۔

(مجموع الفتاویٰ جلد 19 ص 24)

3-حنبلیہ کی تیسری رائے یہ ہے کہ جب تک تین مرتبہ خون نہیں آئے گا تو اس پر حیض کا حکم نہیں لگے گا۔ چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کے صاحبزادے عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد صاحب سے پوچھا کہ ایک ایسی عورت جو پچاس سال سے کچھ زیادہ عمر کی ہو اور اسے حیض آجائے جبکہ اِس سے سال پہلے تک اُسے حیض نہ آیا ہو اور اب اُسے دو دن سے خون آرہا ہو جو کہ زیادہ بھی نہ لیکن جب اس نے استنجا کیا تو اس وقت دیکھا ہو اور روزہ بھی نہ چھوڑا ہو اور نماز بھی نہ چھوڑی ہو تو اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

تو میرے والد صاحب نے کہا: اس کی طرف نہ دیکھے بلکہ روزہ رکھے اور نماز پڑھے لیکن اگر دو یا تین مرتبہ اس کے بعد خون آئے تو اب یہ حیض ہوگا اور یہ عورت روزے کی قضاء کرے گی۔

میں نے کہا: نماز کا کیا حکم ہے؟

فرمایا: نہیں۔

(مسائل الامام احمد، روایۃ ابنہ عبداللہ، ص46)

پندرھواں سبق

حیض کے رنگ

حیض کے خون کے رنگوں میں سے زرد اور گدلے رنگ کے متعلق فقہاء امت کا اختلاف ہے، اس لئے کہ سرخ اور کالا رنگ بنیادی رنگ ہیں اور ان میں کوئی اختلاف نہیں اور باقی جو رنگ ہیں وہ گدلے رنگ ہی کی قسمیں ہیں اس لئے بنیادی اختلافی رنگ یہی دو ہیں، جنہیں ہم یہاں تفصیل کے ساتھ بیان کرنا چاہتے ہیں، سب سے پہلے ہم مذاہب اربعہ کی روشنی میں حیض کے رنگ بیان کریں گے اس کے بعد تفصیل سے زرد اور گدلے رنگ کے اختلاف کو دلائل کے ساتھ بیان کریں گے۔

حنفیہ کی رائے:

حنفیہ کے مذہب میں مفتیٰ بہ قول کے مطابق حیض کے رنگ چھ ہیں:

(1) کالا، (2) سرخ، (3) زرد، (4) گدلا، (5) مٹیالا، (6) سبز

(المبسوط للسرخسی جلد3ص150)

کالے رنگ سے مراد یہ ہے کہ بالکل کالا سیاہ نہیں بلکہ سیاہی مائل ہو، یعنی کالے رنگ کے قریب ہو۔

(مراقی الفلاح شرح نورالایضاح مع الطحطاوی ص139)

سرخ رنگ باتفاق فقہاء خون کا اصل رنگ ہے۔

زرد رنگ وہ ہے جو پیپ کی طرح ہو اور اس پر پیلا پن غالب ہو۔

مٹیالا رنگ وہ ہے جو مٹی کے مشابہ ہو، اور یہ گدلے رنگ کی ہی ایک قسم ہے۔

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق جلد1 ص55، البنایہ شرح الہدایہ جلد1 ص631)

سبزی مائل خون گدلے خون کی ایک قسم ہے، یہ ماہواری والی عورت کو فاسد غذا کھانے کے سبب آتا ہے، غذا کے باعث خون کا رنگ بدل جاتا ہے، جیسا کہ آئسہ کو صرف سبزی مائل خون آتا ہے۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد 1 ص 458)

حنفیہ کے بقول ان رنگوں میں سے جس رنگ کا خون ایام حیض میں عورت دیکھے وہ حیض شمار ہو گا، جب تک کہ خالص سفیدی نہ دیکھ لے، اور خالص سفیدی ناک کی رینٹھ کی طرح کی ایک چیز ہوتی ہے جو حیض کے آخر میں نکلتی ہے، یا اس سے مراد روئی کا وہ پھایہ ہے جس سے عورت حیض کے ہونے یا نہ ہونے کو چیک کر سکے، اگر وہ پھایہ سفید نکل آیا تو وہ عورت پاک شمار ہو گی۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد 1 ص 458)

گدلے رنگ کے متعلق حنفیہ کا باہمی اختلاف:

گدلے رنگ کے متعلق حنفیہ میں سے امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہا اللہ کی رائے یہ ہے کہ حیض کے شروع میں ہو یا آخر میں ہو بہر صورت حیض ہی ہو گا، جبکہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ ابتدا میں ہو تو حیض کے حکم میں نہیں ہو گا اور جب آخر میں ہو تو حیض ہو گا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل:

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ حیض رحم سے خارج ہونے والا خون ہے، کسی رگ کا خون نہیں ہے اس لئے کہ رگ کا خون پہلے گدلا نکلتا ہے اور اس کے بعد صاف خون نکلتا ہے، جبکہ حیض کا خون تو پاکی کے دنوں میں رحم میں جمع ہوتا رہتا ہے، اور پہلے صاف ستھرا خون نکلتا ہے اور اس کے بعد اور آخر میں گدلا خون خارج ہوتا ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ پہلے کونسے رنگ کا خون نکلا ہے؟ اگر تو پہلے صاف رنگ کا خون نکلا ہو تو وہ رحم ہی کا خون ہوگا، اور اگر شروع میں گدلا خون نکلا ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ یہ رگ کا خون ہے جو کہ حیض نہیں ہو سکتا۔

امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی دلیل کو اس طرح بھی بیان کیا گیا ہے کہ ہر چیز کا گدلا پن اس کے صاف کے تابع ہوتا ہے، یعنی ہمیشہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے صاف چیز آتی ہے اور اس کے بعد پھر گدلی چیز آتی ہے، جیسے گھڑے میں سے تلچھٹ بعد میں نکلتی ہے اور صاف پانی پہلے نکلتا ہے، اسی طرح حیض میں بھی پہلے صاف خون نکلے گا اور گدلا خون بعد میں نکلے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کی دلیل:

طرفین رحمہااللہ کی دلیل یہ ہے کہ آیت کریمہ میں حیض کواذی یعنی گندگی سے تعبیر کیا گیا ہے،اور یہ بات صرف آخر میں آنے والے گدلے رنگ کو شامل نہیں ہے بلکہ شروع میں ہو تب بھی اذی یعنی گندگی ہی سے تعبیر کیا جائے گا، لہٰذا شروع میں بھی گدلے رنگ کی صورت میں آنے والا خون بھی حیض ہی ہوگا، اسی طرح حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہانے سفید رنگ کے علاوہ ہر رنگ کو حیض قرار دیا ہے، لہٰذا بہر صورت خواہ ابتدامیں ہو یاانتہاء میں حیض ہی ہوگا۔

امام ابویوسف رحمہ اللہ کو جواب:

امام ابویوسف رحمہ اللہ کا یہ کہنا کہ رحم کا گدلا خون صاف خون کے بعد نکلتا ہے تو ان کی یہ بات درست ہے لیکن یہ اس وقت ہوتا ہے جبکہ برتن کے نچلے حصے میں سوراخ نہ ہو لیکن اگر نچلے حصے میں سوراخ ہو تو پہلے تلچھٹ نکلتی ہے پھر صاف خون نکلتا ہے، جیسے گھڑے کے نچلے حصے میں سوراخ کردیا جائے تو پہلے تلچھٹ نکلے گی اور اس کے بعد صاف پانی نکلے گا، یہی حال رحم کا ہے اس لئے کہ رحم اوندھا لٹکا ہوا ہے اور اس کا منہ نیچے کی طرف ہے اور پاکی کے دنوں میں رحم کا منہ بند رہتا ہے، لہٰذا جب حیض کے

دنوں میں رحم کا منہ کھلے گا تو ظاہر ہے کہ پہلے گدلا خون نکلے گا اور اس کے بعد صاف خون نکلے گا۔

عقل بھی یہی کہتی ہے کہ گدلا رنگ اگر آخر میں حیض ہے تو ابتدا میں بھی حیض ہی ہونا چاہئے۔

نیز یہ بھی کہ جو بات نصوص سے ثابت ہو جائے تو اس میں قیاس کو کوئی دخل نہیں ہے۔

(بدائع الصنائع جلد 1 ص 39، المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 150، الہدایہ کتاب الحیض، البنایہ شرح الہدایہ جلد 1 ص 631)

سبز رنگ کا تو بعض نے انکار کیا ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ سبز رنگ میں بھی حیض کا خون آسکتا ہے، اور غذا کے فساد کے باعث یہ رنگ ہو سکتا ہے، چنانچہ بدائع الصنائع میں ہے کہ سبز رنگ کے متعلق بعض مشائخ کا یہ کہنا ہے کہ وہ گدلے رنگ کے خون کے زمرے میں آتا ہے، لیکن بعض مشائخ اس کے متعلق اختلاف نقل کرتے ہیں، بعض مشائخ فرماتے ہیں کہ گدلے، مٹیالے، زرد اور سبز رنگ کا خون مطلقاً حیض ہی ہوتا ہے، البتہ بوڑھی عورت کا حکم اس سے الگ ہے، چنانچہ اس کا حکم یہ ہے کہ خون روئی پر نظر

آئے اور بند ہونے کا زمانہ قریب ہی ہو تو وہ حیض ہی ہے، اور اگر خون بند ہوئے عرصہ گزر گیا ہو تو اور پھر اس قسم کا خون نظر آئے تو یہ حیض نہیں ہوگا اس لئے کہ بوڑھی کا رحم بدبودار ہو جاتا ہے، لہٰذا وہاں پانی زیادہ عرصہ رکے رہنے کی وجہ سے یہ رنگت اختیار کرلیتا ہے۔

(بدائع الصنائع جلد1 ص39)

مالکیہ کی رائے:

مالکیہ کے نزدیک حیض کے چار رنگ ہیں۔

(1) کالا، (2) زرد، (3) گدلا، (4) مٹیالا

(حاشیۃ الدسوقی جلد1 ص197، الخرشی جلد1 ص203، المنتقی للباجی جلد1 ص119)

مالکیہ نے سرخ اور کالے رنگ کو گڈ مڈ کر دیا ہے اس لئے انہوں نے سرخ رنگ کا ذکر نہیں کیا ہے۔

(الحیض والنفاس روایۃ ودرایۃ ص282ج5)

ابن عبد البر نے کہا ہے کہ حیض کی ابتداء خون سے ہوتی ہے، پھر زردی ہوتی ہے، پھر مٹیالا رنگ ہوتی ہے، پھر گدلا رنگ ہوتا ہے، پھر اس کے بعد چاندی کے رنگ کی طرح سفید رنگ کا مادہ ہوتا ہے، پھر ختم ہو جاتا ہے۔

(فتح الباری لابن رجب جلد2ص124)

شافعیہ کی رائے:

شافعیہ کے نزدیک حیض کے پانچ رنگ ہیں:

(1)کالا،(2)سرخ(3)مٹیالا،(4)زرد،(5)گدلا

شیخ وہبہ الزحیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوافع حیض کے خون کو اس کی قوت وشدت کے اعتبار سے ترتیب دیتے ہیں، ان کا کہنا یہ ہے کہ خون کے پانچ رنگ ہیں، ان میں سب سے قوی سیاہ ہے، پھر سرخ، پھر مٹیالا، پھر پیلا اور آخر میں گدلا ہے، پھر حیض کے خون کی چار صفات ہیں ان میں قوی تر وہ ہے جو گاڑھا ہو اور بدبودار ہو، پھر بدبودار کا نمبر ہے، پھر گاڑھے کا اور آخری درجے کا وہ خون ہے جو نہ بدبودار ہو اور نہ گاڑھا ہو۔

(الفقہ الاسلامی وادلتہ جلد 1 ص 458)

حنبلیہ کی رائے:

حنبلیہ کے نزدیک حیض کے خون کے چار رنگ ہیں:

(1) کالا، (2) سرخ، (3) زرد، (4) گدلا

(کشاف القناع جلد 1 ص 213)

کالے رنگ کے حیض کا خون ہونے پر دلیل:

عن فاطمة بنت ابي حبيش رضي الله عنها: أنها كانت تستحاض، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: إذا كان دم الحيض فإنه دم أسود يعرف، فإذا كان ذلك فأمسكي عن الصلاة.

(رواه ابو داود رقم الحديث 307، باب في المرأة ترى الكدرة و الصفرة بعد الطهر)

فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں استحاضہ آتا تھا، توان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ کالے رنگ کا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے، جب ایسا ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو۔

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ حیض کے خون کا رنگ کالا ہوتا ہے، لیکن یہ وہم بھی نہ رہے کہ حیض کے خون کا رنگ صرف کالا ہوتا ہے، اس لئے کہ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں ہے کہ حیض کا صرف ایک ہی رنگ ہوتا ہے بلکہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو استحاضہ کی بیماری تھی تو ان کو سمجھانے کے لئے گویا استحاضہ اور حیض کے درمیان فرق کو واضح فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اول تو قرآن کریم میں حیض کو گندگی سے تعبیر کیا گیا ہے جو کہ کالے رنگ کے علاوہ دیگر رنگوں کو بھی شامل ہے، دوسرے یہ کہ دیگر رنگوں کو کا تذکرہ بھی حدیث میں آتا ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

سرخ رنگ کے حیض کا خون ہونے پر دلیل:

سرخ رنگ کو حیض کا رنگ اس لئے قرار دیا گیا ہے کہ یہ خون کا اصل رنگ ہے، چنانچہ جب اس پر کالا رنگ غالب ہو تو کالا کہا جاتا ہے اور جب زردی غالب ہو تو زرد کہا جاتا ہے۔

(البنایہ شرح الہدایہ جلد 1 ص 633)

زرد اور گدلے رنگ سے متعلق اختلاف:

جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ایام حیض میں اگر زرد یا مٹیالے رنگ کا خون آئے تو وہ حیض ہے کیونکہ جس زمانے میں حیض آنے کا امکان ہے اس میں اس طرح کے رنگ کا خون حیض ہی ہوتا ہے، اصل یہی ہے۔ لیکن اس میں اختلاف ہے کہ ایام حیض کے علاوہ دنوں میں زرد اور مٹیالا رنگ حیض ہیں یا نہیں اس میں تین اقوال ہیں:

1-زرد اور گدلا رنگ حیض کے زمانے میں حیض ہیں، اس کے علاوہ میں حیض نہیں ہوں گے۔

یہ حنفیہ اور حنبلیہ کا مذہب ہے۔

(شامی جلد 1 ص 289، المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 150، کشاف القناع جلد 1 ص 202، المغنی جلد 1 ص 413)

2-زرد اور گدلا رنگ مطلقاً حیض کے رنگ ہیں۔

المدونہ میں مالکیہ کا یہی مذہب بیان کیا گیا ہے، اور یہی شافعیہ کا راجح قول ہے بشرطیکہ اس وقت یہ رنگ پائے جائیں جبکہ حیض کا امکان ہو۔

(المدونہ جلد 1 ص 152، المجموع جلد 2 ص 421)

چنانچہ اگر عادت والی عورت اپنی عادت کے دنوں کے بعد زرد اور مٹیالے رنگ کا خون دیکھے تو شافعیہ کے نزدیک ان ایام میں بھی وہ حائضہ ہی سمجھی جائے گی، جبکہ مالکیہ کے نزدیک تین دن تک احتیاط کرے گی۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 296)

3- زرد اور گدلا رنگ حیض کے رنگ بالکل نہیں ہیں۔

یہ ابن حزم کا مختار قول ہے۔

(المحلی جلد 1 ص 406)

زرد اور گدلا رنگ صرف حیض کے زمانے میں حیض ہیں پر دلائل:

1-عن علقمة بن أبي علقمة عن أمه مولاة عائشة رضي الله عنها انها قالت: كانت النساء يبعثن إلى عائشة أم المؤمنين بالدِّرَجة فيها الكُرسُفُ فيه الصُّفرة من دم الحيضة يسألنها عن الصلاة! فتقول لهن: لاتعجلن حتى ترين القصة البيضاء، تريد بذلك الطهر من الحيضة.

(رواه مالك في المؤطأ رقم الحديث 127 باب طهر الحائض)

علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ: عورتیں گدی کو کسی ڈبیا میں رکھ کر ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجتی تھیں جس میں زرد کا خون ہوتا تھا اور وہ اس سے نماز کے بارے پوچھتیں! تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتیں: جلدی مت کرو یہاں تک کہ بالکل سفید رطوبت دیکھ لو، اس سے وہ طہر مراد لیتی تھیں۔

اس سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے زردی کو عادت کے زمانے میں حیض قرار دیا ہے یہاں تک کہ طہر کی علامت یعنی سفید رطوبت نظر آئے۔

2-عن ام عطية رضي الله عنها وكانت بايعت النبي صلى الله عليه وسلم قالت : كنا لانعد الكدرة الصفرة بعد الطهر شيئا.

(رواه ابوداود في سننه رقم الحديث 307)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ہم زردی اور گدلے رنگ کو طہر کے بعد کچھ شمار نہیں کرتے تھے۔

اس سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے کہ حیض کے دنوں کے علاوہ میں زرد اور گدلا رنگ حیض نہیں ہوں گے۔

زرد اور گدلا رنگ مطلقاً حیض ہیں پر دلائل:

1-عن فاطمة بنت المنذر عن اسماء بنت ابي بكر قالت كنا في حجرها مع بنات ابنتها، فكانت احدانا تطهر، ثم تصلي، ثم تنكس بالصفرة اليسيرة، فتسئلها، فتقول: اعتزلن عن الصلاة مارئيتن ذلك، حتي لاترين الا البياض خالصا.

(رواه ابن ابي شيبة في مصنفه رقم الحديث 1008)

فاطمہ بنت منذر حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتی ہیں کہ ہم ان کی نواسیوں کے ساتھ ان کے پاس رہتی تھیں تو ہم میں سے کوئی ایک پاک ہو جاتی، اور نماز

پڑھتی پھر اسے دوبارہ تھوڑی سی زردی آجاتی تو اس کے متعلق ان سے پوچھتی تو وہ فرماتیں جب تک یہ نظر آتا رہے تو چھوڑے رکھیں جب تک کہ خالص سفیدی نہ دیکھیں۔

اس روایت سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا انہیں زردی نظر آنے کی صورت میں نماز چھوڑے رکھنے کا حکم کرتی تھیں، اگرچہ طہر اور غسل کے بعد ہی کیوں نہ ہوتی، یہاں تک کہ تھوڑی سی سفیدی کیوں نہ ہوتی۔

مذکورہ روایت کا جواب:

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ کی روایات کے خلاف ہے، جیسا کہ ابھی گزرا۔

دوسرا اس کی تاویل اس طرح بھی بیان کی گئی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ عورتیں محض حیض کے سوکھ جانے پر غسل کر لیتی ہوں سفید مادہ دیکھے بغیر تو اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں اسی بنیاد پر ٹوکا ہو کہ جلد بازی نہ کیا کرو جب تک سفید رطوبت نہ آجائے غسل نہ کیا کرو، جیسا کہ ماقبل میں گزرا ہے۔

2-دوسرا اس طرح سے استدلال کیا گیا ہے کہ اگر زرد اور گدلا رنگ حیض کے زمانے میں حیض ہیں تو طہر کے بعد بھی حیض ہونے چاہئیں، اس لئے کہ یا تو یہ کہا جائے کہ مطلقاً حیض ہیں نماز وروزے سے مانع ہیں یا یہ کہا جائے کہ مطلقاً حیض نہیں ہیں، اور نماز روزے سے مانع نہیں ہیں۔ چنانچہ اگر یہ کہا جائے کہ ایک زمانے میں تو نماز روزے سے مانع ہیں جبکہ دوسرے زمانے میں مانع نہیں ہیں تو متضاد قسم کی بات ہو گی۔

مذکورہ دلیل کا جواب:

اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ فرق حیض کے زمانے اور بعد کا نصوص کی وجہ سے بیان کیا گیا ہے نہ کہ قیاس کی وجہ سے، اور ظاہر ہے کہ نصوص قیاس پر مقدم ہیں۔

زرد اور گدلا رنگ مطلقاً حیض نہیں ہیں پر دلائل:

1-عن فاطمة بنت ابي حبيش رضي الله عنها: أنها كانت تستحاض، فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم: إذا كان دم الحيض فإنه دم أسود يعرف، فإذا كان ذلك فأمسكي عن الصلاة.

(رواه ابو داود رقم الحديث 307، باب في المرأة ترى الكدرة و الصفرة بعد الطهر)

فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں استحاضہ آتا تھا، تو ان سے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب حیض کا خون ہو تو وہ کالے رنگ کا ہوتا ہے پہچانا جاتا ہے، جب ایسا ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے صرف اس صورت میں نماز چھوڑنے کا حکم دیا ہے جب کہ صرف کالا خون ہو، چنانچہ جب کسی اور رنگ کا خون ہو تو نماز پڑھے اور چونکہ زرد اور گدلا خون کالے رنگ کا نہیں ہوتا لہٰذا جب یہ عورت دیکھے تو نماز پڑھے گی۔

مذکورہ روایت کا جواب:

اس روایت کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ حکم صرف مستحاضہ کے لئے ہے، جس کے حیض کا خون استحاضہ کے خون کے ساتھ مل گیا ہو، اور اس کے لئے سوائے رنگ کے کسی اور طریقے سے فرق کرنا ممکن نہ ہو، نہ کہ یہ حکم ہر عورت کے لئے ہے جو اگرچہ مستحاضہ نہ ہو۔ اس لئے قاعدہ وہی ہے جو حضرت عائشہ اور حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہما کی روایات میں گزرا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ غالب احوال کے اعتبار سے ہے کہ عموماً حیض کا خون کالا ہوتا ہے۔

(اعلاء السنن جلد 1 ص 363)

2-عن ام عطية رضي الله عنها قالت : كنا لا نعد الكدرة و الصفرة شيئا.

(رواه البخاري رقم الحديث 326)

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم زرد اور گدلے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

واضح مطلب ہے کہ صحابیات زرد اور گدلے رنگ کو کچھ نہیں سمجھتی تھیں، لہٰذا زرد اور گدلا رنگ حیض کے رنگ نہیں ہیں۔

جبکہ دوسری روایت میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں:

يعني في الحيض.

یعنی ہم حیض کے زمانے میں زرد اور گدلے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں۔

مذکورہ روایت کا جواب:

مذکورہ روایت یہاں ادھوری بیان ہوئی ہے اور ماقبل میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ابوداود کے حوالے سے ہم نے بیان کی ہے وہ کامل ہیں جس میں یہ ہے کہ ہم طہارت کے بعد زرد اور گدلے رنگ کو کوئی اہمیت نہیں دیتی تھیں اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ہم غسل کے بعد اہمیت نہیں دیتی تھیں، اور یہی راجح اور ہمارا مسلک ہے، اور اسی کی تائید حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے ہوتی ہے۔اور خود امام بخاری رحمہ اللہ نے جو باب باندھا ہے اس کا عنوان دیا ہے:

باب الصفرة والكدرة في غيرايام الحيض.

یعنی حیض کے ایام کے علاوہ میں اگر زرد اور گدلے رنگ کا خون آئے تو اس کا باب۔

اس سے اس بات کی تائید ہوتی ہے کہ زرد اور گدلے رنگ کا خون حیض کے دنوں میں تو حیض ہے لیکن پاکی کے دنوں میں حیض نہیں۔

باقی جو دوسری روایت کے الفاظ ہیں یہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔ جس سے دلیل نہیں پکڑی جاسکتی۔

(اعلاء السنن جلد 1 ص 362)

فقہاء نے وضاحت کی ہے کہ خون دیکھتے وقت کی حالت کا اعتبار ہو گا نہ کہ تغیر کے وقت کا، مثلاً کوئی عورت سفیدی دیکھے اور اس کے بعد خشک ہونے کی وجہ سے زرد ہو جائے یا سرخ یا زرد دیکھے لیکن خشک ہونے کے بعد سفید ہو جائے تو اس کا اعتبار نہیں ہو گا۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص 296)

سبق نمبر سولہ

کیا حاملہ عورت کو حیض آتا ہے؟

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ حمل والی عورت کو حیض آتا ہے یا نہیں! اس میں دو اقوال ہیں:

1-حاملہ عورت کو بھی حیض آتا ہے، خاص طور پر حمل کے ابتدائی اور آخری زمانے میں آتا ہے۔ یہ اگرچہ بہت کم خواتین کو آتا ہے، لیکن آتا ہے۔

یہ مالکیہ اور شافعیہ کا جدید مذہب ہے،اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت یہی ہے۔

(مؤطا امام مالک، جامع الحیضۃ، رقم الحدیث130، المنتقی للباجی جلد1 ص120، المجموع شرح المہذب للنووی جلد2 ص411، نہایۃ المحتاج جلد1 ص355، الاختیارات لابن تیمیۃ ص30)

2-حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

یہ حنفیہ اور حنبلیہ کا مذہب ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کا پرانا قول ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک بچے کی ولادت کے وقت بچے کا اکثر حصہ (نصف سے زیادہ) باہر آنے سے پہلے آنے والا خون بھی حیض کا خون شمار نہیں ہوگا اور بچے کا اکثر حصہ (نصف سے زیادہ) باہر آجانے کے بعد آنے والا خون نفاس شمار ہوگا، جبکہ حنبلیہ کے نزدیک بچے کی ولادت سے دو تین دن پہلے آنے والا خون نفاس شمار ہوگا۔

(بدائع الصنائع جلد1 ص42، شامی، جلد1 ص285، کشاف القناع جلد1 ص202، المغنی جلد1 ص443، روضۃ الطالبین للنووی جلد1 ص74)

حاملہ کو حیض آتا ہے، پر دلائل:

1-قرآن کریم میں ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوأَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِى الْمَحِيْضِ.

(البقرہ آیۃ:222)

اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

مذکورہ آیت میں حیض کو گندگی قرار دیا گیا ہے، لہٰذا جب گندگی پائی جائے گی تو حیض والا حکم بھی لاگو ہو جائے گا۔

2-عن عائشة رضي الله عنها أنها قالت : إذا رأت الحبلى الدم فلتمسك عن الصلوة فإنه حيض.

(رواه الدارمي في سننه رقم الحديث 928)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب حاملہ عورت خون دیکھے تو نماز سے رک جائے اس لئے کہ یہ حیض ہے۔

مؤطاامام مالک میں یہ روایت اس طرح ہے:

ان عائشة رضي الله عنها زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت في المرأة الحامل ترى الدم: إنها تدع الصلوة.

(رواه مالك في المؤطا رقم الحديث 129)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حاملہ عورت کے متعلق جس کو خون آتا ہو فرمایا: کہ وہ نماز چھوڑ دے۔

اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ حمل کے دوران بھی حیض آسکتا ہے، تبھی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نماز چھوڑ دینے کا فرمایا۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں لہٰذا اس سے استدلال مشکل ہے۔

3-قالت عائشة رضي الله عنها: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: ان هذا امر كتبه الله على بنات آدم .... الخ.

(رواه البخاري رقم الحديث 294 و مسلم رقم الحديث 1211)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ (حیض) ایسی چیز ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی بیٹیوں پر لکھ دی ہے۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ عورتوں کو آنے والا خون حیض ہوتا ہے، سوائے دو خونوں کے، ایک تو وہ جو کسی نابالغ کو آئے، اور دوسرا وہ جو آئسہ یعنی بڑی عمر کی عورت کو آئے، لہٰذا باقی جو خون بھی آئے گا حیض ہی کہلائے گا، حاملہ عورت کے خون کے متعلق چونکہ کوئی دلیل نہیں ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ یہ خون حیض کا نہیں ہے، لہٰذا یہ حیض کا خون ہی ہو گا۔

اس کی تعبیر اس طرح بھی کی جاسکتی ہے کہ حاملہ عورت حیض والی شمار ہوتی ہے، وجہ یہ ہے کہ عورت یا تو بچی ہوگی یا آئسہ، یا حیض والی، اور حاملہ عورت نہ تو بچی ہے، نہ آئسہ، لہٰذا وہ یقینی طور پر حیض والی عورتوں میں شمار ہوگی، البتہ اس کا حیض اس کی عدت کے ضمن میں قابل اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ عدت شمار کرنے کا اصل مقصود رحم کو خالی کرنا ہوتا ہے، اور اس حالت میں اگر اس کا خون جاری ہو جائے تو وہ رحم کے خالی ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔

جواب:

حاملہ عورت کا خون حیض نہیں ہوتا یہ بھی دلائل سے ثابت ہے۔ جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

4-ابن قیم رحمہ اللہ کے بقول اس میں تو کوئی اختلاف نہیں کہ عورت کو حمل کے زمانے میں خون آتا ہے، خاص طور پر حمل کے ابتدائی زمانے میں، اختلاف اس خون کے حکم کے بارے میں ہے، نہ کہ خون کے وجود کے بارے میں کہ خون آتا بھی ہے یا نہیں!

سمجھنے کی بات یہ ہے کہ یہ خون حمل سے پہلے بالاتفاق حیض تھا لیکن حمل کے بعد کیوں حیض نہیں ہے؟ لہٰذا جب تک کوئی ایسی دلیل نہ آجائے جس سے حیض نہ ہونا ثابت ہورہا ہو تب تک حیض کا حکم باقی رہے گا، اور اس لئے کہ ایک حکم جب ثابت ہو جائے تو اصل یہی ہے کہ وہ اپنے مقام پر برقرار رہتا ہے، یہاں تک کہ کوئی ایسی دلیل آجائے جو اس کے حکم کو ہٹادے اور ختم کردے۔ لہٰذا یہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں حمل سے پہلے تو اسی خون کا حکم یہ ہے کہ وہ حیض ہے اور حمل کے بعد یہ حکم نہیں ہے جبکہ ایک ہی خون ہے، ایک بو ہے، یہ حقیقت میں ایک جیسی دو چیزوں کا الگ الگ حکم لگانا ہے۔

(زادالمعاد جلد 4 ص 235)

جواب:

دلیل ہی سے ثابت ہے کہ یہ خون الگ ہے اور حالت حمل والا خون الگ ہے، اس لئے کہ حمل کے زمانے میں آنے والا خون بیماری کا خون ہوتا ہے۔

5-شریعت نے عورت کی شرمگاہ سے خارج ہونے والے جن خونوں پر احکام مرتب فرمائے ہیں ان کی دو قسمیں ہیں:

(1) حیض (2) استحاضہ۔ اس کے علاوہ شریعت نے کوئی تیسری قسم نہیں بنائی ہے، اور یہ استحاضہ بھی نہیں ہے، اس لئے کہ استحاضہ مطلق خون ہوتا ہے، جو کہ حیض کی اکثر مدت سے زیادہ ہو، یا عادت کے دنوں سے بڑھ کر ہو، اور یہ تو ان میں سے نہیں ہے، لہٰذا یہ استحاضہ تو ہو ہی نہیں سکتا، بس حیض ہی ہے۔ اور یہاں تیسری کوئی قسم بن ہی نہیں سکتی کہ کوئی فاسد قسم کا خون بنا دیا جائے، جو کہ صرف کتاب و سنت یا کسی معتبر دلیل ہی سے ثابت کیا جا سکتا ہے، جو کہ اس مقام پر نہیں پائی جاتی۔

(زادالمعاد جلد 4 ص 235)

جواب:

یہ آپ کے نزدیک ہے کہ استحاضہ کی صرف یہی صورتیں ہیں ورنہ ہمارے نزدیک اور بھی صورتیں ممکن ہیں جیسا کہ دلائل سے ثابت ہے کہ حمل کے زمانے میں حیض نہیں آسکتا لہٰذا یہ حیض نہیں ہوگا بلکہ استحاضہ ہی ہوگا۔

6- حیض لغت اور شریعت میں مخصوص و معلوم اوقات میں خون کے نکلنے کو کہا جاتا ہے، اور یہ بات اسی طرح ہی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مستحاضہ عورت کا حیض اس کی عادت کے ایام کے بقدر فرمایا تھا، چنانچہ ارشاد فرمایا:

"اپنے حیض کے دنوں کے بقدر حیض سمجھ کر (عبادات وغیرہ سے رک کر) بیٹھ جاؤ۔"

لہٰذا اس سے یہ سمجھ میں آیا کہ خون کی صفت اور اس کے حکم کے معاملے میں عورتوں کی عادت معتبر ہے۔، لہٰذا جب حاملہ عورت کا خون کسی کمی یا زیادتی کے بغیر اس کی مقررہ عادت اور وقت پر آرہا ہے اور کوئی تبدیلی بھی نہیں ہوئی ہے، تو اس کی عادت کی بنا پر یہ سمجھ میں آیا کہ یہ حیض ہے۔ لہٰذا یہی حکم لگانا ضروری ہوگا۔

(زاد المعاد جلد 4 ص 235)

جواب:

بالکل یہی ہماری دلیل ہے کہ حیض وہ خون کہلاتا ہے جو مخصوص و معلوم وقت پر آئے، جبکہ حمل کے زمانے میں اولاً تو خون آتا ہی نہیں ہے، اور اگر آئے تو وہ بیماری کا خون ہوتا

ہے اور وقت پر نہیں ہوتا، تبھی تو عورت پریشان ہو جاتی ہے کہ شاید حمل نہیں ٹھہرا یا کوئی مسئلہ ہو گیا ہے۔

حاملہ کو حیض نہیں آتا، پر دلائل:

1-عن ابن عباس رضي الله عنهما، قال: نهى النبي صلى الله عليه وسلم ان توطأ الحامل حتى تضع او حائل حتى تحيض.

(رواه الدار قطني في سننه رقم الحديث257)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حاملہ عورت کے ساتھ جب تک کہ اس کا بچہ پیدا نہ ہو جائے جماع کرنے سے منع فرمایا اسی طرح غیر حامل کے ساتھ جب تک کہ اسے حیض نہ آجائے۔

یہ روایت اصل میں باندیوں اور آزاد عورتوں کے متعلق ہے کہ جو ان میں سے حاملہ ہوں ان کے ساتھ بچہ پیدا ہونے تک جماع نہ کیا جائے اسی طرح جو غیر حاملہ ہوں حیض آنے تک ان کے ساتھ وطی نہ کی جائے۔

چنانچہ یہی روایت حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے اس طرح مروی ہے:

عن رويفع بن ثابت رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول يوم حنين: لايحل لامرئ يؤمن بالله واليوم الآخر ان يقع على امراة من السبي حتى يستبرئها.

(رواه ابوداود في سننه رقم الحديث 2158، والطبراني في المعجم الكبير رقم الحديث 4482)

حضرت رویفع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حنین کے دن فرماتے ہوئے سنا: کسی ایسے آدمی کے لئے جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو یہ حلال نہیں ہے کہ کسی قیدی عورت کے ساتھ جماع کرے یہاں تک کہ اس کا رحم خالی ہو جائے۔

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ:

عن ابي سعيد الخدري رضي الله عنه ورفعه انه قال في سبايا اوطاس: لا توطأ حامل حتى تضع، ولا غير ذات حمل حتى تحيض حيضة.

(رواه ابوداود في سننه رقم الحديث2157 والحاكم في المستدرك وقال حديث صحيح على شرط مسلم و لم يخرجاه، رقم الحديث 2790، وقال التهانوي اسناده حسن اعلاء السنن جلد 1 ص363)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: کسی حاملہ سے اس وقت تک وطی نہ کی جائے جب تک اس کا بچہ نہ پیدا ہو جائے اور نہ غیر حاملہ سے جب تک اسے حیض نہ آجائے۔

ان احادیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حیض کے وجود کو بچہ دانی کے خالی ہونے کی نشانی بتایا ہے کہ گویا جب حیض آرہا ہو گا تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ بچہ دانی خالی ہے، اسی طرح جب حمل ہو گا تو حیض نہیں آئے گا ورنہ اگر حمل بھی ہو اور حیض بھی آرہا ہو تو رحم کے خالی ہونے کا پتہ کیسے چلے گا!؟

لہٰذا معلوم ہوا کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا۔

2-عن ابن عمر رضي الله عنهما انه طلق امراته وهي حائض فذكر ذلك عمر للنبي صلى الله عليه وسلم، فقال: مره فليراجعها، ثم ليطلقها طاهرا او حاملا.

(رواه مسلم في صحيحة رقم الحديث 1471)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی کو حیض کی حالت میں طلاق دے دی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو حکم دو کہ اس سے رجوع کرلے پھر اسے پاکی یا حمل والے زمانے میں طلاق دے۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے طہر کو حمل کے قائم مقام قرار دیا ہے، یعنی جس طرح پاکی کے زمانے میں حیض نہیں آتا اسی طرح حمل کے زمانے میں بھی حیض نہیں آتا، اور جس طرح پاکی کے زمانے میں عورت پاک ہوتی ہے اسی طرح حمل کے زمانے میں بھی پاک ہوتی ہے۔

3-قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلاثة قروء.

(سورة البقرة آيت 228)

اور جن عورتوں کو طلاق دے دی گئی ہو وہ تین مرتبہ حیض آنے تک اپنے آپ کو انتظار میں رکھیں۔

ان آیات سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حاملہ عورت کو حیض آتا ہوتا تو اس کی عدت تین حیض ہوتی نہ کہ وضع حمل جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

واولات الاحمال اجلهن ان يضعن حملهن.

(سورة الطلاق آیت 4)

اور جو عورتیں حاملہ ہوں، ان کی (عدت کی) میعاد یہ ہے کہ وہ اپنے بچے جن لیں۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا۔

4-عن عائشة رضي الله عنها في الحامل ترى الدم، قالت: تغتسل وتصلي.

(رواه الدارمي في سننه رقم الحديث 933)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاملہ عورت کے متعلق منقول ہے کہ آپ نے فرمایا غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اسی طرح سنن دارقطنی میں یہ روایت اس طرح ہے:

عن عائشة رضي الله عنها في الحامل ترى الدم فقالت: الحامل لاتحيض، تغتسل و تصلي.

(رواه الدارقطني في سننه كتاب الحيض جلد 1 ص 219، رقم الحديث 63)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حاملہ عورت کے متعلق منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، وہ غسل کرے اور نماز پڑھے۔

واضح سمجھ میں آرہاہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، البتہ غسل کا حکم احتیاط کے طور پر ہے۔ البتہ چونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دونوں طرح کی روایات منقول ہیں لہٰذا کسی بھی مذہب کا استدلال مشکل ہے۔

5-عن ابن عباس رضي الله عنهما انه قال: ان الله رفع الحيض عن الحبلى و جعل الدم رزقا للولد.

(شرح الزركشي جلد1 ص451)

حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حاملہ عورت سے حیض کو اٹھالیا ہے اور حیض کے خون کو بچے کا رزق بنادیا ہے۔

استدلال واضح ہے۔

6-ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ حیض کے خون کو دودھ سے تبدیل فرمادیتا ہے اور اسے حمل کے لئے غذا بنادیتا ہے، لہٰذا چونکہ حیض کا خون اپنی شکل بدل لیتا ہے اور غذا بن جاتا ہے جنین کے لئے تو حمل کے وقت حیض کا خون نہیں آئے گا، اور جو خون آئے گا وہ حیض کا خون نہیں ہوگا بلکہ بیماری کا خون ہوگا۔

7- تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا، اور یہی بات خواتین جانتی ہیں، بلکہ حمل ٹھیرنے کی نشانی ہی خواتین کے یہاں یہی سمجھی جاتی ہے کہ حمل ٹھیرتے ہی حیض کا خون نہیں آتا۔

چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے کہ خواتین حمل کو تبھی پہچانتی ہیں جبکہ حیض کا آنا بند ہوجائے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 444)

8-ایک دلیل یہ بھی ہے کہ بالاجماع جب حاملہ عورت کو حمل کے زمانے میں خون آرہا ہو تو اسے طلاق دینا جائز ہے بدعت نہیں ہے اور اگر اسے حیض آتا ہوتا تو خون کے زمانے میں اسے طلاق دینا ممنوع ہوتا جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا تھا کہ حمل کے زمانے میں طلاق دیں یا پھر پاکی کے زمانے میں، اور حیض کے زمانے میں طلاق دینے پر رجوع کا حکم فرمایا، لہٰذا معلوم ہوا کہ حمل کے زمانے میں حیض نہیں آتا ورنہ حمل کے زمانے میں خون کے دوران طلاق ناپسندیدہ ہوتی۔

9-جمہور تابعین کا قول یہی ہے کہ حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، جیسے عطاء، حسن بصری، جابر بن زید، عکرمہ، محمد بن المنکدر، شعبی، مکحول، حماد، سفیان ثوری، اوزاعی، امام ابو حنیفہ، ابن المنذر، ابو عبید، ابو ثور رحمہم اللہ تعالیٰ، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت مختلف فیہ ہے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 443)

عطاء، حسن بصری، شعبی اور اوزاعی رحمہم اللہ کے اقوال سنن دارمی میں موجود ہیں۔

(سنن دارمی رقم الحدیث 938، 939، 930، 931)

10- تمام اطباء کا یہ کہنا ہے کہ حمل کے زمانے میں جن چند ایک خواتین کو خون آجاتا ہے تو حیض کا خون نہیں ہوتا ہے، بلکہ استحاضہ کا خون ہوتا ہے، اگرچہ حیض کے خون کے مشابہ ہی کیوں نہ ہو۔

اور وہ اس کی مختلف وجوہات بتاتے ہیں کہ کبھی رحم میں طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، جن کی وجہ سے خون آتا ہے۔ کبھی حمل اپنی مقررہ جگہ کی بجائے دوسری جگہ رحم سے باہر ٹھہر جاتا ہے اس وجہ سے بھی خون آتا ہے، کبھی حمل کی دوسری پیچیدہ حالتوں کی وجہ سے بھی خون آسکتا ہے۔

لہٰذا محض ظاہری مشابہت کی وجہ سے حمل کے خون کو حیض قرار دینا درست نہیں ہوگا۔

سترھواں سبق

حیض کی کم از کم مدت

حیض کی کم از کم مدت کتنی ہے، یعنی کم از کم کتنے وقت تک خون آئے تو اسے حیض کا خون تسلیم کیا جائے گا، فقہاء کرام کا اس میں اختلاف ہے، اور اس میں حسب ذیل اقوال ہیں:

1- حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، جو کہ کل بہتر گھنٹے بنتے ہیں، یہ حنفیہ کا مفتی بہ قول ہے۔

(شامی جلد1 ص284، بدائع الصنائع جلد1 ص40، المبسوط للسرخسی جلد3 ص147)

2- حیض کی کم از کم مدت تین دن اور دو راتیں ہیں۔ حسن بن زیاد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہ ایک قول ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے بھی ایک قول یہی منقول ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 147، البحر الرائق جلد 2 ص 333، البنایہ جلد 1 ص 623)

3- حیض کی کم از کم مدت دو دن پورے اور تیسرے کا اکثر حصہ ہیں، جو کہ 67 گھنٹے بنتے ہیں۔ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا ایک قول ہے۔

(البحر الرائق جلد 2 ص 333)

4- کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے، ایک دفعہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ مالکیہ کا راجح مذہب ہے۔ اور حنابلہ میں سے ابن تیمیہ کا یہی مذہب ہے اور ابن حزم ظاہری کا بھی یہی مذہب ہے۔

(المدونہ جلد 1 ص 152، الخرشی جلد 1 ص 204، حاشیۃ الدسوقی جلد 1 ص 168)

اور مالکیہ نے اپنے مسلک کی تفصیل اس طرح بیان کی ہے کہ وقت کے اعتبار سے حیض کی کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے، لہٰذا ان کے نزدیک ایک بار خون آنا بھی ان کے نزدیک حیض ہے، مزید یہ کہ ایک بار خون آنا عبادت کے حق میں حیض ہے، لیکن عدت اور استبراء کے باب میں ایک دن یا اس کے بعض حصے میں خون آنا ضروری ہے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ جلد 18 ص)

ابن تیمیہ اور ابن حزم ظاہری رحمہما اللہ کا یہ کہنا ہے کہ عدت اور استبراء رحم میں بھی ایک مرتبہ کا خون آجانا بھی حیض بننے کے لئے معتبر ہوگا۔

(فتاوی ابن تیمیۃ جلد 19 ص 237، المحلیٰ جلد 1 ص 405)

5- حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے۔ یہ حنبلیہ کا مشہور مذہب ہے، اور جمہور شافعیہ کا بھی یہی مذہب ہے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 388، کشاف القناع جلد 1 ص 203، المجموع جلد 2، 402، الام جلد 1 ص 64)

6- حیض کی کم از کم مدت ایک دن ہے رات کے بغیر۔ یہ امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک روایت ہے۔

(حوالہ بالا)

فائدہ: حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ حیض کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ خون مسلسل تین دن تین رات تک آتا رہے بلکہ وقفے سے آتا رہے تب بھی حیض ہو گا۔

(منہل الواردین ص19، البنایۃ جلد1 ص623،الفتاوی التاتارخانیۃ جلد1 ص469)

فائدہ:

فقہاء احناف کے یہاں مفتیٰ بہ قول کے مطابق کم از مدت تین دن اور تین راتیں ہیں لیکن اگر کسی خاتون کو صرف ایک یا دو دن ہی ہمیشہ خون آتا ہو اور اس سے زیادہ نہ آتا ہو تو اس خاص اور نادر صورت کا حکم یہ ہے کہ اس خاص عورت کے لئے یہ حیض ہو گا۔

(النتف فی الفتاویٰ ص87)

پہلی رائے (حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں) پر دلائل:

1–عن ابي امامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: اقل الحيض ثلاث واكثره عشر.

(رواه الطبراني في المعجم الكبير رقم الحديث7586، والدارقطني رقم الحديث 218)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس۔

2–عن واثلة بن الاسقع رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقل الحيض ثلاثة ايام واكثره عشرة ايام.

(رواه الدارقطني رقم الحديث 219)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کم از کم حیض تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن۔

3-عن انس ابن مالك رضي الله عنه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الحيض ثلاثة ايام، واربعة و خمسة و ستة و سبعة و ثمانية و تسعة و عشرة فاذا جاوزت العشرة فمستحاضة.

(رواه ابن عدي في الكامل، جلد 2 رقم الحديث 301)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو اور دس دن ہوتا ہے، جب دس دن سے بڑھ جائے تو وہ استحاضہ ہوگا۔

4-حدث عبد الرحمن بن غنم قال: سمعت معاذ ابن جبل رضي الله عنه يقول: انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لاحيض دون ثلاثة ايام، ولا فوق عشرة ايام، فما زاد على ذلک فهي مستحاضة، فما زاد تتوضا لكل صلوة الي ايام اقرائها، ولا نفاس دون اسبوعين، ولا فوق اربعين، فان رأت النفساء الطهر دون الاربعين صامت وصلت، ولا يأتيها زوجها إلا بعد الأربعين.

(رواه ابن عدي في الكامل جلد6 رقم الحديث 141)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا، اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا، لہٰذا جب دس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہوگا، چنانچہ جب بڑھ جائے تو وضو کرے، اپنی عادت کے دنوں تک، اور نفاس دو ہفتوں سے کم نہیں ہوتا، اور چالیس سے زیادہ نہیں ہوتا، پس اگر نفاس والی عورت چالیس دن سے کم میں پاکی دیکھے تو روزہ رکھے اور نماز پڑھے، اور اس کے پاس اس کا شوہر چالیس دن کے بعد ہی آئے۔

5-عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أقل الحيض ثلاث، وأكثره عشر، وأقل ما بين الحيضتين خمسة عشر يوما.

(رواه ابن الجوزي في العلل المتناهية رقم الحديث 640)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کم از کم حیض تین دن ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس دن، اور دو حیضوں کے درمیان (پاکی) پندرہ دن ہے۔

6-عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله وسلم قال: أكثر الحيض عشر، وأقله ثلاث.

(العلل المتناهية رقم الحديث 386)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: زیادہ سے زیادہ حیض دس دن ہے اور کم از کم حیض تین دن ہے۔

ان روایات پر اگرچہ محدثین نے کلام کیا ہے، جیسا کہ نصب الرایہ میں علامہ زیلعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے، لیکن علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار میں اور علامہ ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ نے اعلاء السنن میں لکھا ہے کہ متعدد طرق کی وجہ سے حدیث درجہ ضعیف سے نکل کر حسن تک پہنچ جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ یہ بات کہ کم از کم حیض کی مدت تین دن ہے یہ حسن درجے کی حدیث سے ثابت ہے۔

اور اصول یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی شرعی مقدار معلوم کرنی ہو تو وہ عقل اور رائے سے معلوم نہیں ہوتی اس لئے اس سلسلے میں موقوف حدیث بھی مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

(شرح فتح القدیر جلد 1 ص165، اعلاء السنن، جلد1 ص351، شامی، جلد1 ص284)

7-عن عائشة رضي الله عنها أن فاطمة بنت أبي حبيش رضي الله عنها سألت النبي صلى الله عليه وسلم: قالت إني أستحاض فلا أطهر، أفأدع الصلوة، فقال: لا، إن ذلك، عرق، و لكن دعي الصلوة قدر الأيام التي كنت تحيضين فيها ثم اغتسلي و صلي.

(رواه البخاري رقم الحديث 325)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا اور کہا: کہ مجھے ہمیشہ حیض کا خون آتا رہتا ہے چنانچہ میں پاک نہیں ہو پاتی، تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں! یہ تو ایک رگ ہے، (جس کا خون آرہا ہے) لیکن ان دنوں کے بقدر نماز چھوڑ دیا کر جن میں تجھے حیض آتا تھا، پھر غسل کر لے اور نماز پڑھ۔

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اس میں "ایام" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جو کہ یوم کی جمع ہے اور جمع کے لئے کم از کم تین افراد ضرور ہوتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ حیض کے کم از کم تین دن ضرور ہوتے ہیں۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 148، البنایۃ جلد 1 ص 628)

8- صاحب بدائع الصنائع کاسانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی (بڑی) جماعت جن میں حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت انس بن مالک، حضرت عمران بن حصین، عثمان بن ابی العاص الثقفی رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں سے یہ بات مروی ہے کہ حیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو اور دس دن کا ہوتا ہے، اور ان کے علاوہ سے اس کی مخالفت مروی نہیں ہے، تو گویا یہ اجماع ہو جائے گا۔

(بدائع الصنائع جلد 1 ص 40)

9- قیاس کے ذریعے بھی استدلال کیا ہے کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن ہونی چاہئے سفر کی حالت کا اعتبار کرتے ہوئے کیونکہ سفر کی کم از کم مدت بھی تین دن ہے، اس

لئے کہ نماز روزہ میں جس طرح سفر اثر انداز ہوتا ہے اسی طرح حیض بھی، لہٰذا معلوم ہوا کہ حیض کی کم از کم مدت بھی تین دن ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 148)

دوسری رائے (حیض کی کم از کم مدت تین دن اور دو راتیں ہیں) پر دلائل:

اس رائے پر بھی سابقہ دلائل سے استدلال کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ ان احادیث میں رات کا ذکر کئے بغیر تین ایام کا ذکر ہے، لہٰذا اصل میں تو دن ضروری ہوئے لیکن ضرورتاً دو راتیں بھی آجائیں گی، اور ضرورت صرف دو راتوں سے پوری ہو جائے گی، جبکہ تیسرے دن کے ساتھ رات کی ضرورت نہیں ہو گی، اس لئے کہ رات دن کے (حکم) میں داخل نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

سبع ليال و ثمانية أيام.

(سورة الحاقة رقم الآية: 7)

سات راتیں اور آٹھ دن۔

آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ قوم ثمود پر آٹھ دن اور سات راتیں عذاب آیا تھا، اور آٹھویں دن کے ساتھ آٹھویں رات کو داخل نہیں کیا گیا۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 148)

تیسری رائے (حیض کی کم از کم مدت دو دن پورے اور تیسرے کا اکثر حصہ ہیں) پر دلائل:

اس رائے پر بھی سابقہ دلائل سے استدلال کیا ہے کہ مذکورہ روایات میں تین کا لفظ استعمال ہوا ہے اور دو دن تو کامل ہوئے، اور چونکہ اکثر کل کے قائم مقام ہوتا ہے، لہذا تیسرے دن کا اکثر کل کے قائم مقام ہو گا۔

(الہدایۃ شرح بدایۃ المبتدی باب الحیض والاستحاضۃ)

لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا گیا ہے کہ شریعت نے ایک مخصوص عدد کی تعیین کی ہے جسے بدلنا درست نہیں ہو گا، جس طرح رکعات کی تعداد اور روزوں کے ایام کی تعداد شرع مبارک میں متعین ہیں اسی طرح یہاں بھی ایام مقرر ہیں جن میں کمی درست نہیں ہو گی۔

(البنایۃ جلد 1 ص 629)

چوتھی رائے (کم از کم مدت کی کوئی حد نہیں ہے، ایک دفعہ بھی ہو سکتا ہے) پر دلائل:

1-قرآن کریم میں ہے:

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوأَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِى الْمَحِيْضِ.

(البقره آية:222)

اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجئے کہ وہ گندگی ہے لہٰذا حیض کی حالت میں عورتوں سے الگ رہو۔

آیت کریمہ میں حیض کو گندگی سے تعبیر کیا گیا ہے، لہٰذا جب بھی گندگی پائی جائے گی تو اس پر حیض کا حکم لاگو ہو جائے گا، چاہے ایک دن سے کم ہو یا زیادہ، اسی طرح تین دن سے زیادہ ہو یا کم، بہر صورت جب علت پائی جائے گی تو حکم بھی لاگو ہو جائے گا، چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے حیض کے زمانے میں عورتوں سے الگ رہنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کی کوئی حد بیان نہیں فرمائی ہے، بلکہ حیض کے پائے جانے کے ساتھ

حکم کو معلق کیا ہے، لہٰذا الگ رہنا ضروری ہوگا چاہے ایک دن سے کم بھی کیوں نہ پایا جائے۔

لیکن ظاہر ہے کہ یہ استدلال محل نظر ہے،اس لئے کہ یہ فیصلہ کیسے ہوگا کہ یہ وہی گندگی ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے، اس لئے عورت کی شرمگاہ سے تو بہت ساری گندگیاں نکلتی ہیں۔

2-قرآن کریم میں ہے:

ولا تقربوهن حتى يطهرن.

(البقره آية:222)

اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں تو ان سے قربت (یعنی جماع) نہ کرو۔

آیت کریمہ سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حائضہ عورت کے ساتھ ہمبستری کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ساتھ اس کی حد بندی پاکی کے ساتھ فرمائی ہے کہ جب تک عورت حیض سے پاک نہ ہو جائے تو اس سے ہمبستری نہ کی جائے، دنوں

کی تعیین نہیں فرمائی ہے کہ کم از کم اتنے دنوں تک عورت کو آنے والا خون حیض ہو گا اور اتنے دنوں بعد پاک ہو گی۔ لہٰذا دنوں کی تعیین بلا دلیل ہو گی۔

3-اس پر کوئی صحیح اور صریح دلیل کتاب و سنت کی روشنی میں موجود نہیں ہے جو یہ بتائے کہ حیض کی کم از کم مدت اتنی ہے، لہٰذا بے دلیل بات کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، چنانچہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کتاب و سنت اور اقوال صحابہ میں کوئی ایسی دلیل نہیں پائی جاتی جو کہ کوئی حد بندی کرتی ہو کہ حیض کی کم از کم مدت اتنی ہے، اور نہ ہی کوئی قیاس اس بات کا تقاضا کرتا ہے۔

(اعلام الموقعین جلد 1 ص 297)

4-عن عائشة رضي الله عنها قالت: جاءت فاطمة بنت أبي حبيش إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقالت: يارسول الله! إني امرأة استحاض فلا أطهر، أ فأدع الصلاة ؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا، إنما ذلك عرق، وليس بحيض، فإذا أقبلت حيضتك فدعي الصلاة، وإذا أدبرت فاغسلي عنك الدم ثم صلي، قال هشام وقال أبي:ثم توضئي لكل صلاة حتى يجيء ذلك الوقت.

(رواه البخاري، رقم الحديث 228)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ہمیشہ حیض کا خون آتا رہتا ہے اور میں پاک نہیں ہو پاتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نہیں یہ تو ایک رگ ہے، حیض نہیں ہے، لہٰذا جب حیض کا خون ہو تو نماز چھوڑ دیا کرو، اور جب حیض ختم ہو جائے تو خون کو دھو لیا کرو پھر نماز پڑھا کرو، (راوی ہشام بن عروہ) کہتے ہیں کہ میرے والد نے (یہ الفاظ روایت کرتے ہوئے) کہے: پھر وضو کرلیا کرو ہر نماز کے لئے جب تک کہ وہ وقت (یعنی حیض کا زمانہ) آجائے۔

اس حدیث پاک سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حیض کے احکام کو حیض آنے اور ختم ہونے کے ساتھ معلق فرمایا ہے، اور اس کی کوئی مدت مقرر نہیں فرمائی ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ حیض کی کم از کم مدت کی کوئی تعیین نہیں ہے۔

5-اگر کم از کم حیض کی مدت کی کوئی حد مقرر ہوتی تو نبی کریم ﷺ اسے ضرور بیان فرماتے کیونکہ اس چیز کی شدید ضرورت تھی، اور عموم بلویٰ بھی ہے، لہٰذا جب نبی

کریم ﷺ نے عموم بلویٰ اور ضرورت شدیدہ کے باوجود اس کی کوئی حد بندی نہیں فرمائی تو اس کی حد بندی کرنا درست نہیں ہوگا۔

(مجموع الفتاوی جلد 19 ص 237)

6- حیض ایک قسم کا حدث ہے اور جس طرح دوسرے احداث کی مدت کے اعتبار سے کوئی حد بندی شریعت میں نہیں ہے تو اس کی بھی نہیں ہونی چاہیے۔

7- قیاس کے اعتبار سے دلیل یہ ہے کہ جس طرح نفاس کی کم از کم کوئی حد نہیں ہے تو اسی طرح حیض کی بھی کم از کم مدت کی کوئی حد بندی نہیں ہونی چاہیے۔

لیکن یہ سارے مجمل دلائل ہیں، اور مبہم بھی ہیں اور عقلی دلائل ہیں ان کے مقابلے میں ضعیف یا حسن درجے کی حدیث پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔

دوسری بات یہ ہے کہ چونکہ نفاس کا خون بچے کی پیدائش کے بعد نکلتا ہے جس کے متعلق یقین ہوتا ہے کہ یہ رحم سے ہے اور یہ علامت ہوتی ہے کہ یہ رحم کا خون ہے، جبکہ حیض کا خون اس طرح نہیں ہوتا، اور اس پر کوئی علامت نہیں ہوتی جو یہ بتائے کہ یہ حیض کا خون ہے لہٰذا حیض کے خون کی اگر مدت کے اعتبار سے حد بندی کرنا

ضروری ہے ورنہ اگر حد بندی نہ کی جائے تو یہ کس طرح پتہ چلے گا کہ یہ رحم سے ہے لہٰذا یہ ابہام دور کرنے کے لئے کم از کم مدت کا ہونا ضروری ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 148)

پانچویں رائے (حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے) پر دلائل:

1- حیض شرع مبارک میں مطلقاً کسی حد کے بغیر بیان کیا گیا ہے، اسی طرح لغوی اعتبار سے بھی کوئی حد بیان نہیں کی گئی ہے، لہٰذا اس میں عرف اور عادت کو دیکھا جائے گا اور اسی کا اعتبار کیا جائے گا، جیسا کہ دیگر بہت سارے احکام میں عرف اور عادت کو معتبر قرار دیا گیا ہے، چنانچہ اس سلسلے میں متقدمین کے چند اقوال حسب ذیل ہیں جو ابن قدامہ رحمہ نے المغنی میں نقل کئے ہیں:

عطاء رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے خواتین کو دیکھا ہے کہ ان میں سے بعض کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض کو پندرہ دن آتا ہے۔

(سنن الدارمی رقم الحدیث 845)

ابن المنذر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام اوزاعی رحمہ اللہ نے کہا کہ ہمارے ہاں ایک عورت کو ایک گھڑی حیض آتا ہے اور وہ شام کو وہ پاک ہو جاتی ہے، اور خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ حیض ہے جس کی بناپر وہ نماز چھوڑ دیتی ہے۔

(یہ اثر سنن دار قطنی اور بیہقی میں محمد بن مصعب کی روایت سے ہے۔ سنن الدار قطنی جلد 1 رقم الحدیث 209، السنن الکبریٰ للبیہقی جلد 1 رقم الحدیث 320)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک ایسی عورت دیکھی ہے جس کے بارے میں مجھے پکی خبر معلوم ہوئی ہے کہ اسے ہمیشہ ایک دن حیض آتا ہے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 389)

لیکن فقہاء حنفیہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ مقدار کے معاملے میں رائے اور تجربہ حجت نہیں ہو سکتا بلکہ وہی بات معتبر ہو گی جو حدیث میں ثابت ہو جائے، اور ما قبل میں احادیث کو ہم بیان کر چکے ہیں۔

2-عن عامر يعني الشعبي قال جاءت امرأة الي عليّ، تخاصم زوجها طلقها فقالت: قد حضت في شهر ثلاث حيض فقال علي : اقض بينهما، قال: يا أميرا المؤمنين، وأنت ها هنا . قال: اقض بينهما. قال: إن جاءت من بطانة

أهلها ممن يرضى دينه و أمانته، تزعم أنها حاضت ثلاث حيض ، تطهر عند كل قرء و تصلي، جاز لها، وإلا فلا. قال علي: قالون. وقالون بلسان الروم أحسنت.

(سنن الدارمي رقم الحديث 855)

شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جو اپنے خاوند کے متعلق جھگڑ رہی تھی جس نے اسے طلاق دے دی تھی، کہنے لگی کہ مجھے ایک مہینے میں تین حیض آئے ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح سے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو، شریح نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ کی موجودگی میں کیسے فیصلہ کروں میں ؟!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو!

شریح نے کہا: اگر یہ اپنے گھر کی خاص عورت کے ذریعے دلیل پیش کر دے جو دیندار اور امانتدار ہو اور وہ اس کی گواہی دے تو یہ اپنی بات میں سچی ہو گی ورنہ جھوٹی ہو گی، حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: قالون، اور قالون رومی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے کہ آپ نے درست کہا ہے۔

شوافع کا اس سے استدلال اس طرح ہے کہ شریح اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے، اور یہ ناممکن ہے کہ عورت کو تین مرتبہ حیض آئے سوائے اس صورت کے کہ ایک دن اور ایک رات اسے حیض آئے، پھر وہ تیرہ دن پاک رہے، پھر اسے ایک دن اور ایک رات حیض آئے، اور اس کے بعد وہ تیرہ دن پاک رہے تو یہ کل اٹھائیس دن ہو جائیں گے، پھر اسے ایک دن اور ایک رات حیض آئے تو اس طرح کل 29 دن ہو جائیں گے اور اس طرح اس عورت کی عدت پوری ہو جائے گی۔

لیکن اس کا جواب اس طرح دیا گیا ہے کہ یہ روایت منقطع ہے۔

3- بعض متقدمین کی رائے یہ ہے کہ حیض کی کم از کم مدت ایک دن ہے، جیسا کہ عطاء اور اوزاعی رحمہما اللہ کا قول ماقبل میں گزرا ہے۔

پانچویں رائے (حیض کی کم از کم مدت ایک دن ہے رات کے بغیر) پر دلیل:

یہ شاید امام شافعی رحمہ اللہ کی بعد کی رائے ہے، چنانچہ فتح الباری میں ابن رجب رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ مرداوی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ کی رائے یہ تھی کہ حیض کی کم از

کم مدت ایک دن اور ایک رات ہے، یہاں تک کہ انہیں عبدالرحمن بن مہدی نے بتایا کہ ان کے یہاں ایک عورت ہے جسے صبح حیض آتا ہے اور شام کو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

(فتح الباری شرح البخاری لابن رجب جلد2 ص151)

امام شافعی رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک عورت دیکھی جس کے متعلق مجھے بتایا گیا کہ اسے ہمیشہ ایک دن حیض آتا ہے اس سے زیادہ نہیں ہوتا۔

(الحاوی الکبیر جلد1 ص433)

اٹھارھواں سبق

حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت

فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت کتنی ہے۔اور اس میں تین اقوال ہیں:

1- حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔ یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔

(المبسوط للسرخسی جلد 3 ص 148، شامی جلد 1 ص 284، بدائع الصنائع 1 ص 40)

2- حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے۔ یہ مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کا مذہب ہے۔

(المدونہ جلد 1 ص 151، حاشیۃ الدسوقی جلد 1 ص 168، المجموع شرح المھذب جلد 2 ص 403، مغنی المحتاج جلد 1 ص 109، کشاف القناع جلد 1 ص 203، شرح الزرکشی جلد 1 ص 409)

3- حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سترہ دن ہے۔ یہ امام احمد بن حنبل اور ابن حزم ظاہری رحمہا اللہ سے ایک ایک روایت ہے۔

(الانصاف جلد 1 ص 385، المحلی مسئلہ 267)

پہلی رائے (حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے) پر دلائل:

1-عن أنس رضي الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: الحيض ثلاثة أيام، وأربعة، و خمسة، وستة، و سبعة، ثمانية، و تسعة، و عشرة، فإذا جاوز العشرة فهي مستحاضة.

(رواه ابن عدي في الكامل، 301/2)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو اور دس دن ہوتا ہے، جب دس دن سے بڑھ جائے تو وہ عورت مستحاضہ ہو گی۔

2-عن ابي امامة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: اقل الحيض ثلاث واكثره عشر.

(رواه الطبراني في المعجم الكبير رقم الحديث7586، والدارقطني رقم الحديث 218)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس۔

3-عن واثلة بن الاسقع رضي الله عنه قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اقل الحيض ثلاثة ايام واكثره عشرة ايام.

(رواه الدارقطني رقم الحديث 219)

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کم از کم حیض تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن۔

4-حدث عبد الرحمن بن غنم قال: سمعت معاذ ابن جبل رضي الله عنه يقول: انه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لاحيض دون ثلاثة ايام، ولا فوق عشرة ايام، فما زاد على ذلک فهي مستحاضة، فما زاد تتوضا لكل صلوة الي ايام اقرائها، ولا نفاس دون اسبوعين، ولا فوق اربعين، فان

رأت النفساء الطهر دون الاربعين صامت وصلت، ولا يأتيها زوجها إلا بعد الأربعين.

(رواه ابن عدي في الكامل 141/6)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ: حیض تین دن سے کم نہیں ہوتا، اور دس دن سے زیادہ نہیں ہوتا، لہٰذا جب دس دن سے زیادہ ہو تو وہ استحاضہ ہوگا، چنانچہ جب بڑھ جائے تو وضو کرے، اپنی عادت کے دنوں تک، اور نفاس دو ہفتوں سے کم نہیں ہوتا، اور چالیس سے زیادہ نہیں ہوتا، پس اگر نفاس والی عورت چالیس دن سے کم میں پاکی دیکھے تو روزہ رکھے اور نماز پڑھے، اور اس کے پاس اس کا شوہر چالیس دن کے بعد ہی آئے۔

5-عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه، عن النبي صلى الله عليه وسلم، قال: أقل الحيض ثلاث، وأكثره عشر، وأقل ما بين الحيضتين خمسة عشر يوما.

(رواه ابن الجوزي في العلل المتناهية 640)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کم از کم حیض تین دن ہے، اور زیادہ سے زیادہ دس دن، اور دو حیضوں کے درمیان (پاکی) پندرہ دن ہے۔

6-عن عائشة رضي الله عنها عن النبي صلى الله وسلم قال: أكثر الحيض عشر، وأقله ثلاث.

(العلل المتناهية 386)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیادہ سے زیادہ حیض دس دن ہے اور کم از کم حیض تین دن ہے۔

7-عن عبد الله بن عمرو رضي الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحائض تنظر ما بينها و بين عشر، فإذا رأت الطهر فهي طاهر، وإن جاوزت العشر فهي مستحاضة، تغتسل و تصلي، فإن غلبها الدم احتشت واستفرت، و توضأت لكل صلاة، و تنتظر النفساء ما بينها و بين الأربعين، فإن رأت الطهر قبل فهي طاهر، وإن جاوزت الأربعين فهي بمنزلة المستحاضه تغتسل و تصلي، فإن غلبها الدم احتشت واستثفرت و توضأت لكل صلاة.

(رواه الطبراني في الأوسط، رقم الحديث: 8305)

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حیض والی عورت دس دن تک دیکھے گی، اگر وہ طہر دیکھ لیتی ہے تو وہ پاک ہو جائے گی، اور اگر دس دن سے زیادہ ہو جاتے ہیں تو پھر وہ استحاضہ والی عورت شمار ہو گی، وہ غسل کر کے نماز ادا کرے گی، اگر زیادہ خون نکلتا ہے تو وہ روئی رکھ کر کپڑا باندھ لے گی، اور ہر نماز کے لئے وضو کرے گی، نفاس والی عورت چالیس دن تک انتظار کرے گی، پھر اگر وہ اس سے پہلے طہر دیکھ لیتی ہے تو وہ پاک شمار ہو گی اور اگر چالیس دن سے زیادہ ہو جاتے ہیں تو وہ مستحاضہ کے حکم میں ہو گی، وہ غسل کر کے نماز ادا کر لے گی، اگر زیادہ خون نکل رہا ہو تو وہ روئی رکھ کر کپڑا باندھ لے گی اور ہر نماز کے لئے وضو کرے گی۔

8-عن عثمان بن أبي العاص قال: لاتكون المرأة مستحاضة في يوم ولا يومين، ولا ثلاثة أيام، حتى تبلغ عشرة أيام، فإذا بلغت عشرة أيام كانت مستحاضة.

(رواه الدارقطني في سننه 210/1)

حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: عورت ایک دو دن میں مستحاضہ نہیں ہوتی، اسی طرح نہ ہی تین دن میں، یہاں تک کہ دس دن تک پہنچ جائے، پس جب دس دن تک پہنچ جائے تو مستحاضہ ہو گی۔

9-عن عبد الله قال: الحيض ثلاث، وأربع، و خمس، و ست، و سبع، و ثمان، و تسع، و عشر، فإن زاد فهي مستحاضة.

(رواه الدارقطني في سننه 210/1)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: حیض تین، چار، پانچ، چھ، سات، آٹھ، نو، اور دس دن کا ہوتا ہے، اگر اس سے زیادہ ہو جائے تو عورت مستحاضہ ہو گی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔

دوسری رائے (حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے) پر دلائل:

1-عن ابن عمر رضي الله عنهما مرفوعاً: النساء ناقصات عقل و دين. قيل: وما نقصان دينهن؟ قال: تمكث إحداهن شطر دهرها لا تصلي. و بعضهم يقول : شطرها.

(معرفة السنن للبيهقي: 145/2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ : عورتیں دین اور عقل کے اعتبار سے ادھوری ہوتی ہیں، کہا گیا کہ ان کے دین میں ادھوری چیز کیا ہے ؟ فرمایا: ان میں سے (ہر) ایک اپنی عمر کا آدھا حصہ رکی رہتی ہے نماز نہیں پڑھ سکتی۔

بعض روایوں نے اس طرح نقل کیا ہے کہ : دهرها کی جگہ عمرها کے الفاظ ہیں۔

بیہقی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت تلاش کیا ہے اس حدیث کو لیکن یہ حدیث مجھے نہیں ملی۔

(معرفۃ السنن للبیہقی: 145/2)

اس حدیث سے اس طرح استدلال کیا گیا ہے کہ حدیث میں شطر کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا معنی "نصف" ہے یعنی خواتین کی آدھی عمر حیض میں چلی جاتی ہے جن میں وہ

نماز روزہ نہیں کرسکتیں اور ظاہر ہے کہ ہر مہینے میں ایک مرتبہ حیض آتا ہے، لہٰذا ہر مہینے کا آدھا پندرہ دن بنیں گے، تو لہٰذا حیض کی اکثر مدت پندرہ دن بنے گی۔

البتہ یہ روایت صحیح بخاری میں اس طرح ہے:

عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم في أضحى أو فطر إلى المصلى فمرَّ على النساء فقال: يا معشر النساء ! تصدقن فإني أريتكن أكثر أهل النار، فقلن : و بم يا رسول الله؟ قال: تكثرن اللعن، و تكفرن العشير، مارأيت من ناقصات عقل و دين أذهب للب الرجل الحازم من إحداكن، قلن: و ما نقصان ديننا و عقلنا يا رسول الله؟ قال: أليس شهادة المرأة مثل نصف شهادة الرجل؟ قلن: بلى ، قال: فذلك من نقصان عقلها، اليس إذا حاضت لم تصل و لم تصم؟ قلن بلى، قال: فذلك من نقصان دينها.

(رواه البخاري رقم الحديث 304)

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ عید الاضحیٰ میں یا عید الفطر میں (راوی کو شک ہے) عید گاہ تشریف لے گئے، چنانچہ آپ ﷺ عورتوں کے پاس سے گزرے، اور فرمایا: اے عورتوں کی جماعت! صدقہ

کیا کرو، اس لئے کہ مجھے جہنم میں تمہاری تعداد زیادہ دکھلائی گئی ہے، عورتوں نے پوچھا: کس وجہ سے اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لعن طعن زیادہ کرتی ہو، اور شوہروں کی ناشکری کرتی ہو، میں نے عقل اور دین کی ادھوری کوئی مخلوق ایسی نہیں دیکھی جو سمجھدار اور انجام بیں مرد کی عقل کو اچک لے، تم سے زیادہ، عورتوں نے پوچھا: ہمارے دین اور عقل کا نقصان کیا ہے اے اللہ کے رسول؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے آدھی نہیں؟ عورتوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ عقل کا نقصان ہے، کیا یہ بات نہیں ہے کہ جب وہ حائضہ ہوتی ہے، تو نہ نماز پڑھتی ہے اور نہ روزہ رکھتی ہے؟ عورتوں نے کہا: کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دین کا نقصان ہے۔

لیکن ظاہر ہے کہ اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جا سکتا، اس لئے کہ

اولاً: تو جس حدیث سے تھوڑا اشارہ مل رہا تھا اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔

(معرفۃ السنن للبیہقی: 145/2)

دوسرے: یہ کہ اس حدیث میں حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت نہیں بتائی گئی، بلکہ صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ عورتیں دین کے حوالے سے ناقص ہوتی ہیں، چنانچہ اسی بنا پر ان کی زندگی کا ایک حصہ حیض کے زمانے میں گزر جاتا ہے، ورنہ اگر نصف حیاۃ والی بات کو دیکھا جائے تو وہ درست نہیں لگتی اس لئے کہ ظاہر ہے کہ عورت کی زندگی ایک حصہ حیض میں ضرور گزرتا ہے لیکن آدھی زندگی اس طرح کہ پندرہ دن پاکی کے اور پندرہ حیض کے ہوں یہ نہیں ہوتا، اس لئے عموماً حیض چھ یا سات دن کا ہوتا ہے کوئی ایک آدھ ایسی خاتون ہوتی ہے جس کو پورے دس دن تک حیض آئے، اسی طرح حمل کا زمانہ پاکی کا ہوتا ہے جس میں حیض نہیں آتا، پھر بچے کی پیدائش کے بعد عموماً جب تک بچہ دودھ پیتا ہے حیض نہیں آتا، تو معلوم ہوا کہ آدھی زندگی کامل طور پر کہ آدھا مہینہ پاکی کا ہو اور آدھا مہینہ حیض کا ہو ایسا نہیں ہوتا، ہاں ایک بڑا حصہ ضرور ہوتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا درست نہیں ہے۔

2-ابن قدامہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ حیض چونکہ شریعت میں مطلقاً کسی حد بندی کے بغیر بیان ہوا ہے، اسی طرح لغت کا بھی یہی حال ہے، کہ لغت میں بھی اس کی حد بیان نہیں کی گئی کہ حیض اتنے دن کے خون کو کہا جاتا ہے، لہٰذا اس میں ضروری ہوگا کہ عرف و

عادت کی طرف رجوع کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس معاملے میں لوگوں میں عرف کیا ہے، جیسا کہ دوسرے بہت سارے معاملات میں عرف اور عادت کا اعتبار کیا جاتا ہے، چنانچہ عرف میں اس کی مدت زیادہ سے زیادہ پندرہ دن تک ملتی ہے۔

عطاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض عورتوں کو دیکھا ہے کہ انہیں ایک دن حیض آتا ہے، اور بعض کو پندرہ دن آتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے یحی بن آدم نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے شریک کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ: ہمارے پاس ایک عورت ہے جسے ہر ماہ پورے پندرہ دن حیض آتا ہے۔

(المغنی لابن قدامہ جلد 1 ص 389)

لیکن ظاہر ہے کہ نص میں دس دن حیض کا ذکر ہے لہذا اس میں عرف وعادت کا اعتبار نہیں ہوگا، بلکہ اسی نص کو ہی لیا جائے گا۔

3- تجربہ یہ ہے کہ پندرہ دن سے زیادہ حیض نہیں آتا۔یہی بات عطاء، حسن، عبید اللہ بن عمر، یحیٰ بن سعید، ربیعہ، شریک، حسن بن صالح، عبد الرحمن بن مہدی رحمہم سے مروی ہے۔

(المجموع شرح المہذب للنووی جلد2ص411)

4- حیض پندرہ دن سے زیادہ نہیں ہو سکتا اس کی دو وجوہات ہیں:

اولاً: اس لئے کہ اگر پندرہ دن سے حیض زیادہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ حیض کی مدت طہر کی مدت سے بڑھ گئی ہے جو کہ محال ہے۔

ثانیاً: اس لئے کہ حیض اگر مہینے کی اکثر مدت پر محیط ہو تو اس کا حکم کُل والا ہو گا اور اس صورت میں یہ استحاضہ کا خون بن جائے گا نہ کہ حیض کا۔

لیکن ساری باتوں کا جواب وہی ہے کہ نص کے مقابلے میں ان قیاسیات کی ضرورت نہیں ہے۔

تیسری رائے (حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت سترہ دن ہے) پر دلائل:

1-ابن حزم کا خیال ہے کہ اس بات پر اجماع ہے کہ سترہ دن سے زیادہ آنے والا خون حیض کا نہیں ہو گا۔

(المحلی لابن حزم: مسئلہ نمبر 267)

2-ابن حزم لکھتے ہیں کہ: عبدالرحمن بن مہدی کے طریق سے روایت ہے کہ ایک ثقہ آدمی نے انہیں بتایا کہ: ایک عورت کو سترہ دن حیض آتا ہے۔

اسی طرح امام احمد رحمہ اللہ کا سترہ دن کے حوالے سے قول پیچھے گزرا ہے۔

اسی طرح ماجشون کی عورتوں کے متعلق منقول ہے کہ انہیں سترہ دن حیض آتا تھا۔

(المحلی لابن حزم: مسئلہ نمبر 267)

لیکن ظاہر ہے کہ ان قیاسات اور اقوال کے مقابلے میں نص کی حیثیت زیادہ ہو گی۔

انیسواں سبق

طہر کی کم از کم مدت

طہر سے مراد پاکی کا زمانہ ہے، یعنی دو حیضوں کے درمیان پاکی کی کم از کم مدت کتنی ہوتی ہے جس میں حیض کا خون نہیں آسکتا، (اگر آ بھی جائے تو حیض کا خون نہیں ہو گا بلکہ بیماری کا خون ہو گا، اور اس میں عورت کے لئے نماز روزہ سب کچھ جائز ہو گا) اس کم از کم پاکی کی مدت کی حد بندی میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے، چنانچہ اس میں متعدد اقوال ہیں:

1- طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنبلیہ کی روایت بھی یہی ہے۔

(المبسوط جلد3ص148، بدائع الصنائع جلد1 ص40، المدونہ جلد1 ص152، اسہل المدارک جلد1 ص87، المجموع شرح المہذب جلد2 ص404، مغنی المحتاج جلد1ص109، الانصاف جلد1ص358، الفروع جلد1ص267)

2-طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہیں۔ یہ حنبلیہ کا مشہور مذہب ہے۔

(الانصاف جلد1ص358، کشاف القناع جلد1ص203)

3-طہر کی کم از کم مدت انیس دن ہے۔ یہ حنفیہ میں سے ابو حازم قاضی اور ابو عبداللہ بلخی کا قول ہے۔

(بدائع الصنائع جلد1ص40)

4-مالکیہ کے اس سلسلے میں چند دیگر اقوال بھی ہیں:

سحنون کی ایک روایت کے مطابق پانچ دن، جبکہ سحنون کی دوسری روایت کے مطابق آٹھ دن، اور ابن القاسم کی روایت کے مطابق دس دن۔

(المقدمات لابن رشد جلد1ص126، الکافی لابن عبد البر ص31، الشرح الصغیر جلد1 ص209، القوانین الفقہیہ ص32)

پہلی رائے (طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے) پر دلائل:

1-عن ابن عمر رضي الله عنهما مرفوعاً: النساء ناقصات عقل و دين. قيل: وما نقصان دينهن؟ قال: تمكث إحداهن شطر دهرها لا تصلي.

(معرفة السنن للبيهقي: 145/2)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے کہ: عورتیں دین اور عقل کے اعتبار سے ادھوری ہوتی ہیں، کہا گیا کہ ان کے دین میں ادھوری چیز کیا ہے؟ فرمایا: ان میں سے (ہر) ایک اپنی عمر کا آدھا حصہ رکی رہتی ہے نماز نہیں پڑھ سکتی۔

اس روایت سے شافعیہ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ حدیث میں یہ کہا گیا ہے کہ عورت آدھی عمر نماز نہیں پڑھتی تو مہینے میں حیض ایک مرتبہ آتا ہے تو گویا ہم یہ سمجھیں گے کہ مہینے میں آدھا مہینہ نماز پڑھتی اور آدھا مہینہ نہیں پڑھ سکتی تو اس سے سمجھ میں یہ آیا کہ ہر مہینے کم از کم پاکی کے پندرہ دن ضرور ہوتے ہیں۔

2-شافعیہ نے دوسرا یہ کہا ہے کہ عموماً مہینے میں ایک حیض اور ایک طہر ہوتا ہے، لہٰذا جب حیض کی اکثر مدت پندرہ دن ہو گی تو لازماً طہر کی مدت بھی یہی ہو گی۔

3-امام نووی رحمہ اللہ کے بقول کم از کم طہر پندرہ دن ہی ثابت ہے، اس سے زیادہ نہیں۔

(المجموع شرح المہذب جلد2ص404)

4-حنفیہ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ طہر کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے۔

(بدائع الصنائع جلد1ص40)

5-حنفیہ نے دوسرے نمبر پر قیاس سے استدلال کیا ہے، چنانچہ انہوں نے طہر کی مدت کو اقامت کی مدت پر قیاس کیا ہے اس لئے کہ طہر کی مدت اقامت کی مدت کے مشابہ ہوتی ہے، کیونکہ اس مدت میں عورت پر وہ فریضہ دوبارہ عائد ہو جاتا ہے جو حیض کے دوران اس سے ساقط ہو گیا تھا، جس طرح کہ مدت اقامت کے بعد مسافر پر اس کا تخفیف شدہ فرض دوبارہ مکمل طور پر عائد ہو جاتا ہے، تو چونکہ اقامت کی کم از کم مدت پندرہ دن ہے تو اسی طرح طہر کی کم از کم مدت بھی پندرہ دن ہو گی۔

(بدائع الصنائع جلد1ص40)

دوسری رائے (طہر کی کم از کم مدت تیرہ دن ہے) پر دلیل:

1-عن عامر يعني الشعبي قال جاءت امرأة الي عليّ، تخاصم زوجها طلقها فقالت: قد حضت في شهر ثلاث حيض فقال علي : اقض بينهما، قال: يا أميرا المؤمنين، وأنت ها هنا . قال: اقض بينهما. قال: إن جاءت من بطانة أهلها ممن يرضى دينه و أمانته، تزعم أنها حاضت ثلاث حيض ، تطهر عند كل قرء و تصلي، جاز لها، وإلا فلا. قال علي: قالون. وقالون بلسان الروم أحسنت.

(سنن الدارمي رقم الحديث 855)

شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئی جو اپنے خاوند کے متعلق جھگڑ رہی تھی جس نے اسے طلاق دے دی تھی، کہنے لگی کہ مجھے ایک مہینے میں تین حیض آئے ہیں، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے شریح سے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو، شریح نے کہا: اے امیر المؤمنین آپ کی موجودگی میں کیسے فیصلہ کروں میں ؟!

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کرو!

شریح نے کہا: اگر یہ اپنے گھر کی خاص عورت کے ذریعے دلیل پیش کردے جو دیندار اور امانتدار ہو اور وہ اس کی گواہی دے تو یہ اپنی بات میں سچی ہو گی ورنہ جھوٹی ہو گی، حضرت علی رضی اللہ نے فرمایا: قالون، اور قالون رومی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے کہ آپ نے درست کہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ ایک مہینے میں تین حیض آسکتے ہیں جبکہ کوئی مضبوط گواہی ہو اور ظاہر ہے کہ عدت طلاق تین حیض ہیں حکم قرآنی کے مطابق، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ: ہم فرض کریں کہ اس عورت کو مہینے کے پہلے ایک دن اور رات تک حیض آیا، اس کے بعد تیرہ دن تک پاک رہی، اس کے بعد ایک دن رات تک حیض آیا، اس کے بعد تیرہ دن تک پاک ہو گئی، اس کے بعد ایک دن رات تک حیض آیا اور پھر وہ پاک ہو گئی تو اس طرح کل انیتس دن میں یہ عورت اپنی عدت سے فارغ ہو گئی۔

$$1+13+1+13+1=29$$

امام احمد رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ ایک ماہ میں تین حیض کا پایا جانا اس بات کی دلیل ہے کہ کم از کم طہر کے تیرہ دن یقیناً صحیح بات ہے، خاص طور پر صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے اس فیصلے کی مخالفت نہیں کی تو اس طرح یہ معاملہ مزید پختہ ہو گیا۔

لیکن پچھلے اسباق میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس اثر کی سند منقطع ہے جس سے استدلال درست نہیں ہے۔

تیسری رائے (طہر کی کم از کم مدت انیس دن ہے) پر دلیل:

1-اس قول کی دلیل یہ ہے کہ مہینہ عموماً حیض اور طہر دونوں پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ ہم ما قبل میں ثابت کر چکے ہیں کہ حیض کی زیادہ مدت دس دن ہے تو یقیناً باقی بیس دن رہ گئے، لیکن ہم نے ایک دن اس لئے کم کر دیا ہے کیونکہ مہینہ بعض اوقات انیتس دن کا بھی ہو جاتا ہے۔

لیکن اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ استدلال باطل ہے کیونکہ عورت لازمی طور پر دس دن حیض کی حالت میں نہیں رہتی کیونکہ کبھی تو اسے تین دن حیض آتا ہے اور وہ بیس

دن پاکی کی حالت میں رہتی ہے اور کبھی اسے دس دن حیض آتا ہے اور وہ پندرہ دن پاک رہتی ہے۔

(بدائع الصنائع جلد 1 ص 40)

چوتھی رائے (طہر کی کم از کم مدت پانچ دن یا آٹھ دن یا دس دن ہے) پر دلیل:

ابن رشد نے یہ اقوال ذکر کئے ہیں اور انہیں مرجوح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ ان اقوال کی دلیل کوئی نہیں ہے بس یہ بعض عورتوں کی عادت تھی کہ بعض کو پانچ دن پاکی کے ملتے تھے، بعض آٹھ دن پاک رہتی تھیں اور بعض دس دن تک۔

(المقدمات جلد 1 ص 126)

بیسواں سبق

طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت

پاکی زیادہ سے زیادہ کتنی مدت تک ہو سکتی ہے؟ یعنی عورت کتنا عرصہ اس طرح گزار سکتی ہے کہ اسے بالکل حیض نہ آئے؟

اس پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ پاکی کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے۔اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ عورت کبھی حائضہ نہ ہو، اور کبھی سال میں صرف ایک بار اسے حیض آئے، ابوالطیب شافعی رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ان کے زمانے میں ایک عورت تھی جو سال میں ایک دن اور ایک رات حائضہ ہوتی تھی۔

(موسوعہ فقہیہ کویتیہ)

حنفیہ میں سے علامہ کاسانی رحمہ اللہ نے بدائع الصنائع میں لکھا ہے:

طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی مقررہ حد نہیں ہے، یہاں تک کہ عورت کئی کئی سال تک حالت طہر میں رہ سکتی ہے، چنانچہ وہ اس مدت میں وہی اعمال انجام دے گی جو دوسری عورتیں انجام دیتی ہیں، اس کے بارے میں ہمارے ائمہ کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے،اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ بنات آدم میں اصل حالت طہر ہے اور حیض ایک پیش آنے والی حالت ہے، تو جب یہ پیش آنے والی حالت ظاہر نہ ہو تو اصل حالت پر ہی حکم کا مدار ہو گا، خواہ یہ اصل حالت کتنی ہی لمبی ہو جائے۔

(بدائع الصنائع جلد 1 ص 40)

مالکیہ میں سے ابن رشد رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی مقررہ حد نہیں ہے لہذا عورت جب تک پاک رہے گی تو نماز بھی پڑھے گی، روزے بھی رکھے گی، اور اس کا شوہر بھی اس کے پاس آئے گا، چاہے تھوڑے عرصے تک پاک رہے یا لمبے عرصے تک۔

(المقدمات جلد 1 ص 126)

شافعیہ میں سے علامہ نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

طہر کی زیادہ سے زیادہ مدت کی کوئی حد نہیں ہے، اس کی دلیل اجماع ہے، اور دیکھا جائے تو یہ مشاہدہ بھی ہے چنانچہ قاضی ابوالطیب رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ مجھے ایک عورت نے اپنی بہن کے بارے میں بتایا کہ اسے ہر سال میں ایک دن اور ایک رات حیض آتا ہے جبکہ صحت مند بھی ہے، اسے حمل بھی ٹھیرتا ہے، اور وہ بچے بھی جنتی ہے۔

(المجموع شرح المهذب جلد2ص409)

حنابلہ میں سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

حیض کی اکثر مدت کی کوئی حد نہیں ہے، اس لئے کہ عورتیں مہینہ بھی پاک رہتی ہیں اور سال بھی، جیسا کہ بعض عورتوں کو تو حیض بالکل بھی نہیں آتا۔

(شرح العمدة جلد1ص478)

اکیسواں سبق

حیض کے حوالے سے عورتوں کی اقسام

حیض کے حوالے سے بنیادی طور پر عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

1-مبتدأہ

2-معتادہ

3-متحیرہ

مبتدأہ

وہ ہے جو بلوغ کی عمر کو پہنچ چکی ہو اور اسے زندگی میں پہلی مرتبہ خون آیا ہو، اور اس سے پہلے اسے کبھی صحیح حیض نہ آیا ہو۔

معتادہ

وہ ہے جسے ایک یا زیادہ مرتبہ صحیح حیض کا خون آچکا ہو اور ایک یا زیادہ مرتبہ صحیح طہر بھی گزر چکا ہو۔

متحیرہ

وہ ہے جس کی ایک مقررہ عادت ہو، پھر اسے مسلسل خون جاری ہو گیا ہو اور وہ اپنی گذشتہ عادت بھول گئی ہو، اسے ناسیہ، ضالہ، مضلہ اور متحیرہ کہتے ہیں۔

ختم شد

والحمد للہ رب العالمین

تعارف

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد

علاقہ ہتھیجی، تحصیل احمد پور شرقیہ، ضلع بہاولپور،

پنجاب، پاکستان

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سید الانبیاء المرسلین وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

اما بعد!

بر صغیر میں سلطنت مغلیہ کا جب چراغ گل ہوا تو انگریز کا اقتدار آجانے کے بعد مسلمانوں نے اس کے اقتدار کے خاتمے کے لئے جہاد کیا اور اس جہاد میں کئی بڑے بڑے نامی گرامی علماء بنفس نفیس شریک ہوئے جن میں بانئ دارالعلوم دیوبند قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رفقاء کرام شامل تھے، لیکن اس جہاد میں مسلمانوں کو اپنوں کی غداریوں کے باعث شکست ہوئی اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انگریز کا سیاسی اقتدار مضبوط ہو گیا، مغلیہ سلطنت کی یہ خاصیت تھی کہ اس میں مسلمانوں کی دینی تعلیم وتربیت کا سرکاری طور پر انتظام ہوتا تھا، جیسا کہ فتاوی ہندیہ وغیرہ اس پر شاہد ہیں،

جب انگریز کا سیاسی اقتدار مضبوط ہو گیا اور اس نے مسلمانوں کو زیر کر لیا تو اب اس نے محاذ جنگ تبدیل کر دیا اور وہ مسلمانوں کو نظریاتی اور فکری طور اپنا غلام بنانے کی

منصوبہ بندی کرنے لگا چنانچہ اس مقصد کے لئے اس نے عیسائی مشنریاں تشکیل دیں تاکہ مسلمانوں کو مرتد بنایا جائے یا کم از کم اپنا ہمنوا بنایا جائے،

اس کی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں خاص کر جو مجاہدین آزادی کی اولادیں تھیں انہیں مرتد بنایا جائے، یا کم از کم انہیں اپنی من پسند کا مسلمان بنایا جاسکے، ادھر مسلمان سیاسی طور پر محکوم ہو گئے تھے انہیں نہ کوئی دینی طور پر سنبھالنے والا تھا، نہ ہی سیاسی طور پر،

چنانچہ اس بدترین انگریزی استعمار کی تاریک رات میں علماء کرام نے دین کی شمعیں روشن رکھنے کے لئے مدارس کا سلسلہ قائم فرمایا، جس کا مقصد یہ تھا کہ عام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے ساتھ ساتھ علوم اسلامیہ کو اصلی صورت پر باقی رکھا جاسکے تاکہ جب کبھی مسلمانوں کو دوبارہ اقتدار ملے تو دین اسلام دوبارہ اپنی اصلی شکل و صورت میں محفوظ مل جائے،

چنانچہ دارالعلوم دیوبند کا قیام انار کے درخت تلے عمل میں لایا گیا اور اس کے نتیجے میں علماء کی ایک ایسی جماعت تیار ہو گئی جس نے روکھی سوکھی روٹی پر گزارہ کر کے، بھوک اور پیاس برداشت کر کے، دنیا کی رنگینیوں سے اپنے آپ کو جدا رکھ کر کچے

کمروں تک محدود رہ کر علوم نبوت کی حفاظت کا بیڑہ اٹھایااور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس سلسلے میں ان کے اخلاص کی بدولت کامیابی نصیب فرمائی اور دین کی اصلی شکل وصورت بھی محفوظ رہی، مسلمانوں کا ایمان بھی محفوظ رہا،اور شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا لگایا ہوا چمن دوبارہ سر سبز و شاداب ہو گیا،اور علوم نبوت کی بہاریں شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمہ اللہ، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ،مولانا انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ (صاحب فیض الباری) کی صورت میں دوبارہ آ گئیں اور پھر چشم فلک نے یہ منظر بھی دیکھا کہ یہ شمعیں نہ صرف یہ کہ برصغیر کو منور کرتی رہیں بلکہ ان کا فیض پورے عالم میں پھیلااور اس کی شعاعیں دوسرے مسلمانوں کی بیداری کا سبب بھی بنیں۔

یہ قافلۂ حق جب تیار ہو کر دارالعلوم دیوبند سے نکلا تو ان علماء کی تعلیم و تبلیغ سے ہر گوشۂ برصغیر سیراب ہوااور مسلمانوں کی بیداری کا سبب بنااور ان علماء نے شیخ الہند رحمہ اللہ کی قیادت میں انگریز کی غلامی سے نجات دلانے میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا،اور انہیں علماء نے خاص طور پر حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے ایماء پر شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی (صاحب فتح الملہم) حضرت مولانا

ظفر احمد عثمانی رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے لئے ناقابل فراموش تاریخ ساز کام کیا اور قربانیاں دیں جو کہ اسی تحریک کا حصہ ہیں۔

قیامِ پاکستان کے بعد جب مسلمانوں کو حکومت ملی تو ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ایک شایانِ شان معیاری نظام تعلیم مرتب کیا جاتا جس میں دینی اور دنیوی علوم کا ایک بہترین امتزاج ہوتا، اور دینی دنیوی علوم کی خلیج نہ رہتی، اور یہ نصاب الحاد اور بے دینی سے پاک ہوتا۔ اس میں آزادی کے اصل ہیرو یعنی علماء کرام کو شامل کیا جاتا۔

حسبِ ارشاد حضرت مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ نہ یہاں دارالعلوم دیوبند کی حیثیت کافی تھی جو انگریز کے لادینی دور میں مجبوراً بطور تعلیم رکھی گئی تھی، نہ ہی علی گڑھ کی محکومانہ تعلیم کی گنجائش تھی اور نہ ہی ندوۃ العلماء کی وہ تعلیم کافی تھی جس میں اسلامیات میں سے صرف تاریخ وادب شامل تھے بلکہ ایک نیا نظام تعلیم مرتب کیا جاتا جو دینی اور دنیوی طور پر کافی اور شافی ہوتا اور پورے ملک میں پھیلا دیا جاتا۔

نتیجہ یہ ہوتا کہ ملا اور مسٹر کا فرق باقی نہ رہتا سب ایک ہوتے اور اتحاد سے رہتے، وزیروں مشیروں تک سب کو تمام دینی معاملات کا پتہ ہوتا، مگر ابتدا سے لے کر

اب تک جہاں سیاسی رسہ کشی جاری ہے، وہیں بے دینی کا سیلاب روزانہ نئی نئی شکلوں میں چیلنج کر رہا ہے،

بلکہ اب تو بات الحاد تک جا پہنچی ہے، اور نئی نسل کو ملحد اور بے دین بنانے کی سر توڑ کوششیں سوشل میڈیا اور ڈیجیٹل میڈیا پر جاری ہیں، علاوہ ازیں پرائیویٹ اسکول کالج وغیرہ جس منظم انداز سے دین بیزار سیکولر اور لبرل افراد تیار کرنے میں مصروف ہیں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے، لہٰذا علماء کرام نے ہمیشہ کی طرح اب بھی اپنی مدد آپ کے تحت مدارس و مکاتب کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے جو اگرچہ اتنا تو نہیں ہے جتنا ہونا چاہیئے لیکن فتنۂ الحاد کے سامنے رکاوٹ ضرور ہے۔

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد کا قیام:

چنانچہ جہاں الحمد للہ بڑے شہروں میں بڑے بڑے مدارس موجود ہیں، وہیں پسماندہ علاقے میں اسی سلسلے کی ایک کڑی مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد ہے جس کی بنیاد مولانا شمس الدین رحمہ اللہ نے 1978ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی فکر سے متاثر ہو کر رکھی۔

مولانا رحمہ اللہ کے دل میں قرآنی تعلیم کی نشر واشاعت کی تڑپ تھی جس کی بدولت انہوں نے مشکل حالات میں مدرسے کی بنیاد رکھی اور وسائل کے نہ ہونے کے باوجود قربانی دی اور ماہر اساتذہ خدمات لیتے ہوئے خوب اہتمام کے ساتھ دینی تعلیم کا سلسلہ قائم رکھا، اور الحمد للہ ادارے کا علاقے بھر میں مقام ہے، ابتدا سے لے کر اب تک ہزاروں حفاظ یہاں سے فارغ ہو کر نہ صرف پاکستان بلکہ بیرون ممالک میں بھی دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور قرآنی تعلیمات کے عام کرنے کا ذریعہ بنے ہوئے ہیں۔

مولانا شمس الدین رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادے قاری محمد عطاء الرحمن رحمانی صاحب مدرسے کے مہتمم بنے اور اب تک ان کے زیر اہتمام تعلیم و تعلُّم کا سلسلہ جاری ہے۔

الحمد للہ! یہ ادارہ حکومت کے ہاں رجسٹرڈ ہے اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے بھی ملحق ہے، اور کثیر تعداد میں مقیم و مقامی طلباء و طالبات علوم نبوت سے فیض یاب ہو رہے ہیں،

لیکن ضروری ہے کہ موجودہ دور کے جدید چیلنجز سے نمٹنے کے لئے ایسے افراد تیار کئے جائیں جو دینی علوم میں بھرپور استعداد کے حامل ہونے کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم اور فنون میں بھی ماہر ہوں، لیکن مالی وسائل کی قلت اور ضروری مادی اسباب کے نہ ہونے کی وجہ سے ادارہ شدید مشکلات کا شکار ہے۔

ادارے کی بنیادی ضروریات مستقل طور پر دو ہیں:

1-علاقے کی ضرورت کے مطابق مسجد کی تعمیر:

چونکہ ادارے کی موجودہ مسجد کی عمارت کافی بوسیدہ ہو چکی ہے، چھت سے پانی ٹپکتا ہے، اور دیواروں میں شگاف پڑ چکے ہیں اور نمازیوں کے لئے جگہ تنگ پڑ جاتی ہے، بالخصوص جمعہ کے دن نماز جمعہ کے لئے مسجد سے باہر کافی زیادہ صفوں کا انتظام کرنا پڑ جاتا ہے، گرمیوں کے موسم اور بارش کے دنوں میں بہت زیادہ مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ مسجد کی عمارت از سر نو بنائی جائے جس میں کم از کم ایک ہزار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی گنجائش ہو۔

2-مسافر طلبہ کے لئے رہائشی کمرے اور ان کی تعلیم کے لئے درس گاہیں:

مدرسے کی عمارت تنگ ہونے کی وجہ سے کئی سارے بنے ہوئے ہیں اور بعض کمرے تو بوسیدہ ہو گئے ہیں اگرچہ ان پر رنگ روغن کیا ہوا ہے، اس ضرورت اس امر کی ہے کہ مدرسے کی عمارت از سر نو تعمیر کی جائے جس میں مسافر طلباء کی تعلیم، رہائش اور مطعم کا بہترین انتظام

ہوسکے۔ نیز مدرسۃ البنات کی جگہ کا بھی انتظام ہوگیا ہے وہاں بھی عنقریب تعمیراتی کام شروع کیا جائے گا۔ان شاءاللہ تعالیٰ!

دونوں عمارتوں کا نقشہ تیاری کے مراحل میں ہے، مخیر حضرات سے اپیل کی جاتی ہے کہ تعاون فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الداعی الی الخیر:

(مولانا) محمد اکرام اللہ شمس آبادی

نائب مہتمم: مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد

رابطہ نمبر، وٹس ایپ نمبر، تعاون کے لئے جاز کیش اکاؤنٹ نمبر:

+923026833930

ادارہ کے ساتھ مالی تعاون کے لیے تفصیلات:

- ✓ صرف عطیات، نفلی صدقات اور لِلہ کی رقم اس اکاؤنٹ میں ڈیپازٹ کرائیں، زکوۃ ، صدقۂ فطر اور دیگر واجب صدقات اس اکاؤنٹ نمبر پر ہرگز نہ بھیجیں:

میزان بینک برانچ چوک منیر شہید، احمد پور شرقیہ ضلع بہاولپور

اکاؤنٹ نمبر:

PK43MEZN0074010101857920

MUHAMMAD ATTA UR REHMAN

- ✓ صرف زکوٰۃ، فطرانہ یا دیگر واجب صدقات، مثلاً: کفارہ، منت وغیرہ کی رقم اس اکاؤنٹ پر ڈیپازٹ کرائیں:

الائیڈ بینک برانچ ہتھیجی ڈسٹرکٹ بہاولپور پنجاب پاکستان

اکاؤنٹ نمبر:

PK88ABPA0010021045710015

MOHAMMAD ATTA UL REHMAN

- ✓ جاز کیش اکاؤنٹ نمبر:

+923026833930

نوٹ: جاز کیش کے ذریعے رقم بھیجتے وقت اطلاع ضرور کریں، کہ رقم کس مد میں بھیجی جا رہی ہے، زکوۃ ہے، صدقہ ہے، یا کچھ اور!

تصاویر مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد
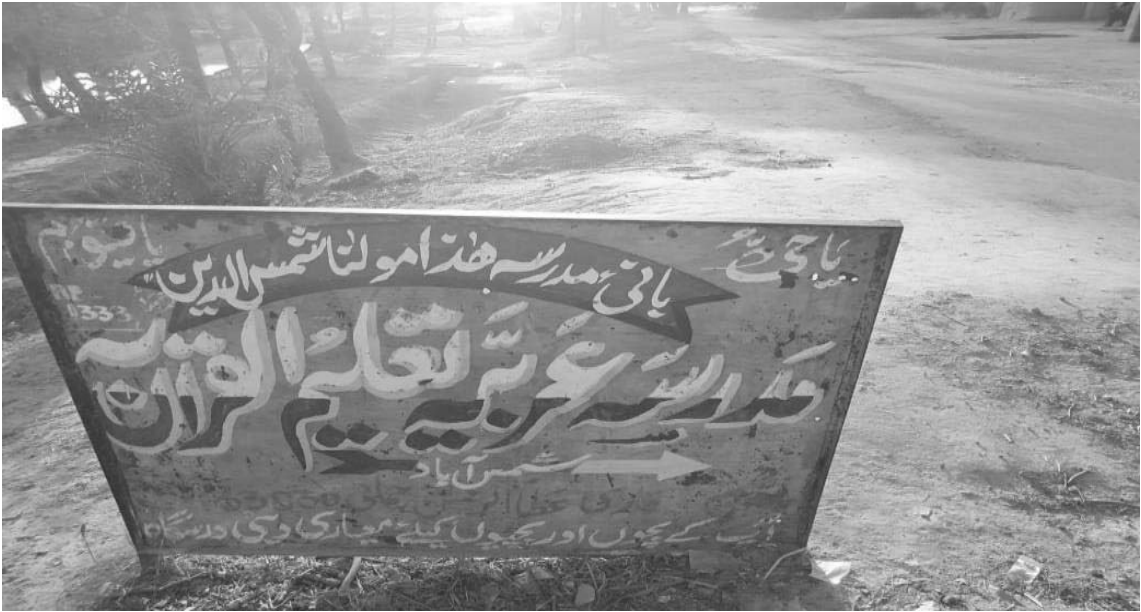
مرکزی دروازہ:

مسجد و مدرسہ ایک نظر میں

مدرسۃ البنات اور مسجد کی توسیع کے لئے جگہ :

مدرسہ عربیہ تعلیم القرآن شمس آباد، ضلع بہاولپور، پاکستان